خونیں ڈراما
اشتیاق احمد

محمود، فاروق، فرزانہ

اور ــــ انسپکٹر جمشید سیریز

ناول نمبر ۵۳۳

خونیں ڈراما

اشتیاق احمد

○

نام ناول ـــــ خونیں ڈراما
طابع ـــــ اشتیاق احمد
کتابت ـــــ سعید نامدار
سرورق ـــــ طاہر ایس ملک
قانونی مشیر ـــــ نسیم احمد ایڈووکیٹ
مطبع ـــــ عظیم علیم پرنٹرز
قیمت ـــــ دس روپے

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مکھی کے ایک بازو میں زہر ہے اور دوسرے میں شفا ہے۔ جب وہ کھانے میں گرے تو اس کو ڈبو دو کھانے میں، کیونکہ وہ زہر کا بازو آگے رکھتی ہے (اور وہی کھانے میں پہلے ڈالتی ہے)، اور شفا کا بازو پیچھے رکھتی ہے۔

سنن ابن ماجہ شریف، جلد سوم
صفحہ نمبر ۱۱۲، حدیث نمبر ۳۹۷

○

السلام علیکم!

اس ماہ سے آپ ناولوں پر کل تعداد کے مطابق نمبر دیکھیں گے۔ پہلے ناول پر ۵۲۳ نمبر اور اس طرح اگلے نمبر۔

سو اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

آج سے پہلے ہر سیریز کے مطابق ناولوں پر نمبر دیے جاتے تھے اور ان میں دوسرے اداروں سے شائع ہونے والے نمبر شامل نہیں کیے جاتے تھے، لیکن اب جو ۵۲۳ سے نمبر شروع کیا جا رہا ہے، اس میں قریب قریب تمام ناول شامل کر دیے گئے ہیں اور اس کی تفصیل اس طرح ہے:

شیخ غلام علی اینڈ سنز سے ۳۶ ناول شائع ہوئے، فیروز سنز سے ۱۲، مکتبہ باغ و بہار سے ۱۱، مکتبہ اقرا سے ۲۰، مکتبہ اشتیاق اور اشتیاق پبلی کیشنز سے

انسپکٹر جمشید سیریز کے ۱۰۰، انسپکٹر کامران مرزا سیریز کے ۴۲، شوکی سیریز کے ۵۵، خاص نمبر ۳۰، اسلامی کتب ۸، بڑوں کے لیے ۸ ناول، جن خاص نمبر ۴۸، متفرق ۹ اور محمد فیصل نیا ادب ۱۲۔

یہ کل تعداد ۵۲۲ بنتی ہے۔ اس لیے اس ماہ سے ناول نمبر ۵۲۳ سے ناولوں پر کل تعداد کے حساب سے نمبر درج کیے جا رہے ہیں۔ "خونی ڈراما" ناول نمبر ۵۲۳ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کے علاوہ کچھ اور ناول کچھ اداروں سے شائع ہوئے تھے، جو مجھے اب یاد نہیں ہیں۔ اور دو روپے والے، ایک روپے والے اور پچاس پیسے والے ان گنت کتابیں شیخ غلام علی اینڈ سنز سے شائع ہوئی تھیں۔ میرے شائع ہونے والے ناولوں کی کل تعداد میں ان کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ شکریہ!

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے منع فرمایا:

- قبروں کو پختہ کرنے سے۔
- قبروں پر کتبے لگانے سے۔
- قبروں پر عمارتیں بنانے سے۔
- قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے۔
- قبروں پر عرس کرنے سے۔
- قبروں پر چراغاں کرنے سے۔
- قبروں پر عورتوں کے جانے سے۔
- قبروں کو بلند کرنے سے۔
- قبروں پر میلہ لگانے سے۔
- قبروں کو پوجنے سے۔

بحوالہ:

بخاری — مسلم — ترمذی — ابن ماجہ۔
ابو داؤد — نسائی — موطا امام مالک — مشکوٰۃ

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

- یہ وقت نماز کا تو نہیں —
- آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا —
- کل آپ کا کوئی ٹیسٹ یا امتحان تو نہیں —
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا —
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہے تو ناول [illegible] رکھ دیجیے۔ پہلے ان کاموں سے فارغ ہو لیجیے، پھر ناول پڑھیے۔ شکریہ!

مخلص

اشتیاق احمد

ترتیب

وُہ کہاں تھا

"ہیلو پُورے — آدھے میاں کو ختم کر دو — ہر حال میں، وُہ جہاں کہیں بھی ہو، تلاش کر کے ختم کر دو — اگر وُہ زندہ بچ گیا تو پھر ہم سب ختم ہو جائیں گے — سمجھ گئے؟"

"سمجھ گیا باس — آدھے میاں کا کام بالکل ختم سمجھیں — آج کے بعد وُہ زندہ نظر نہیں آئے گا۔"

"گڈ! خیال رہے — اسے اس بات کا علم ہو گیا ہے کہ میں اسے ختم کرنے پر تُل گیا ہوں، کیونکہ اس نے ہمارے کچھ ایسے راز جان لیے ہیں — جن کے ذریعے — اب یا تو وُہ ہمیں بلیک میل کر سکتا ہے — یا پھر وُہ راز پولیس کو بتا سکتا ہے — اور اس صورت میں سارے شہر کی پولیس ہمارے پیچھے ہو گی اور ہم اس کے آگے ہوں گے — وُہ اس وقت تک ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گی جب تک ہمیں

ہلاک نہ کر دے یا گرفتار نہ کرے — سمجھ گئے۔"

"یس سر — آپ بالکل فکر نہ کریں — اسے ختم کر دینا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔"

"بس ٹھیک ہے — اب میرا اطمینان ہو گیا — جونہی تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو — مجھے فون کر دینا۔"

"او کے باس۔" پودے نے کہا۔

فون کا ریسیور رکھ کر پودے نے اپنی میز کے پائے میں لگا ہوا بٹن دبا دیا — اور دباتا ہی چلا گیا، یہاں تک کہ اس کے کمرے میں دس ہٹے کٹے نوجوان — بڑی بڑی مونچھوں والے غنڈہ صورت آ موجود ہوئے اور ایک قطار میں کھڑے ہو گئے:

"باس کا نیا حکم — آدھے میاں کو فوری طور پر ختم کرنا ہے۔"

"یہ انوکھا حکم تو سمجھ میں نہیں آیا۔"

"اسے باس کے کچھ راز معلوم ہو گئے ہیں — ان رازوں کی موجودگی میں وہ یا تو انہیں بلیک میل کرے گا، یا پولیس کو اطلاع دے گا — دونوں صورتوں میں ہی آدھے میاں ہمارے لیے حد درجے خطرناک بن چکا ہے، لہٰذا اسے ختم کرنا ہی ہو گا۔"

"لیکن آدھے میاں کو کیا سوجھی — وہ تو بہت سیدھا سادا ساتھی تھا ہمارا۔"

"یا تو لالچ نے اسے اندھا کر دیا، یا پھر باس کے خلاف اس کے اندر جذبات پیدا ہو گئے ہوں گے۔"

"تو پھر — کیا ہم جائیں اور اس کا پتا صاف کریں۔"

"ہاں بالکل! یہی تو کرنا ہے۔"

"ہم جا رہے ہیں استاد اور اب اسی خبر کے ساتھ لوٹیں گے کہ آدھے میاں اب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"شکریہ! میرا نام کیا ہے بھلا؟" پودے نے عجیب سے انداز میں کہا۔

دس کے دس آدمی مارے خوف کے کانپ گئے:

"آ — آ — آپ کا نام — آپ کا نام استاد ہے — آپ ہیں بھی ہمارے استاد — ہم نے جو کچھ سیکھا ہے، آپ سے سیکھا ہے، آپ کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں۔"

"اور یہ بھی کہ اگر تم اسے ہلاک کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تو میں تم لوگوں کا کیا حشر کروں گا؟"

"جج — جی — ہم جانتے ہیں۔"

"اور یہ بھی کہ اگر تم اسے نہ مار سکے اور مجھ سے بچنے کے لیے سمندر کے نیچے بھی جا چھپے تو بھی میں تمہیں تلاش

کر دوں گا۔"

"ہاں! ہم یہ بھی جانتے ہیں۔" ایک نے کانپ کر کہا۔

"اب تم جاؤ — میں صرف اور صرف ایک خبر سننا پسند کروں گا — ایک کے علاوہ دوسری نہیں — یہ کہ آدھے میاں کا کام تمام کر دیا گیا ہے — اگر تم مجھے یہ خبر نہ سنا سکے — تو تمہاری جگہ نئے دس آدمی لے لیں گے — اور تم ..."

اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا — دس کے دس اس بری طرح کانپے جیسے بید کی چھڑی کو جھٹکا مار دیا جائے — اور پھر وہ اسی حالت میں کمرے سے نکل گئے — عمارت سے نکل کر وہ ایک بڑی گاڑی میں جلدی جلدی لد گئے — ان کے پاس کلاشن کوفیں تھیں — چہروں پر درندگی تھی — گاڑی فراٹے بھرتی سڑک پر اڑی جا رہی تھی، پھر اچانک گاڑی رک گئی —

"صرف میں جاؤں گا — کلاشن کوف جیکٹ کے نیچے چھپا کر — ابھی شاید اسے پتا بھی نہ ہو کہ اس کی موت کے احکامات جاری کر دیے گئے ہیں۔"

"ہاں! اس صورت میں تو کام بہت آسانی سے ہو جائے گا۔"

"بالکل! تم فکر نہ کرو — وہ تو کسی چوہے کی طرح مارا جائے گا۔"

"شکریہ چھوٹے استاد! آپ کا بھی جواب نہیں۔"

پھر وہ گاڑی سے اتر کر ایک طرف چلا گیا — باقی تو اندر ہی بیٹھے رہے — گاڑی کا انجن چلتا رہا —

"بے چارہ آدھے میاں — اس نے اپنی موت کو خود آواز دی۔" ایک نے درد بھری آواز میں کہا۔

"ہاں! ہمیں اس سے کس قدر محبت ہے — جی نہیں چاہ رہا کہ اسے ختم کیا جائے، لیکن اگر اسے زندہ چھوڑتے ہیں تو پھر ہم سب مرتے ہیں — لہٰذا اس کا کام تو اب تمام کرنا ہی ہو گا۔"

"بالکل! محبت گئی بھاڑ میں۔" تیسرا بولا۔

"کلاشن کوف کی گولیوں کی آوازیں اب آیا ہی چاہتی ہیں۔"

"جونہی آواز آئے — گاڑی آہستہ آہستہ چلانا شروع کر دینا، چھوٹا استاد دوڑتا ہوا آئے گا اور گاڑی میں سوار ہو جائے گا۔"

"فکر نہ کرو۔" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے غنڈے نے فوراً کہا —

"آخر یہ ہمارا باس کیا کام کرتا ہے؟"

"یہ صرف بڑے اُستاد کو معلوم ہے — وہ اس کے تمام راز جانتا ہے — اسی لیے تو اس پر اتنا بھروسا کرتا ہے۔"

"لیکن — کیا بڑا اُستاد جانتا ہے — باس کون ہے؟"

"یہ ہمیں نہیں معلوم — جانتا ہے یا نہیں جانتا — ہمیں کیا۔"

"ہوں — ارے اب تک گولیوں کی آواز سنائی نہیں دی۔" ایک نے چونک کر کہا۔

"حیرت ہے — کمال ہے۔"

اسی وقت چھوٹا اُستاد آتا نظر آیا — اس کے چہرے پر غصّے کے آثار تھے، پھر جونہی وہ گاڑی میں بیٹھا، ایک نے کہا:

"کیا ہوا چھوٹے اُستاد؟"

"ہونا کیا تھا — وہ کم بخت غائب ہے — گھر کے دروازے پر تالا لگا ہے۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تالا لگا کر وہ اندر چھپ گیا ہو۔"

"نہیں! میں نے دیکھ لیا ہے — پچھلے دروازے کو توڑ کر میں اندر جا چکا ہوں — وہ اندر نہیں ہے۔"

"اس کا مطلب ہے — اسے یہ بات معلوم ہو گئی ہے۔"

"ہاں!" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اب آئی ہماری مصیبت۔"

"ایسی کوئی بات نہیں — وہ کہیں بھی ہو — ہم اسے تلاش کر لیں گے۔"

"تب پھر اُستاد — وہ — بھائی کے اڈے پر ملے گا — وہ اکثر وہاں جُوا کھیلتا ہے۔" ایک نے کہا۔

"ہاں! ٹھیک ہے — میرا خیال بھی اسی طرف گیا تھا، چلو۔" استاد نے کہا۔

بھائی کا اڈا وہاں سے صرف چند منٹ کے راستے پر تھا — پندرہ منٹ بعد گاڑی ایک بار پھر روک دی گئی — استاد نے سرد آواز میں کہا:

"تم اڈے کو چاروں طرف سے گھیر لو، جب تک ہمیں آدھے میاں نہیں مل جاتا، اس وقت تک کوئی یہاں سے جانے نہ پائے — چہرے پر نقابیں ڈال لو۔" یہ کہہ کر اس نے اپنا چہرہ بھی چھپا لیا — ایک بٹن دبانے سے گاڑی کی نمبر پلیٹ بھی بدل گئی — اس قسم کے کام انہیں روزانہ کرنا پڑتے تھے — لہٰذا ماہر تھے —

پھر چھوٹا استاد جوئے خانے میں داخل ہوا — اس کے چہرے پر نقاب اور ہاتھ میں کلاشن کوف دیکھ

کر اندر موت کا سناٹا چھا گیا:

"آپ لوگوں کو خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں — آپ اپنا کام جاری رکھیں — مجھے تو اپنے ایک ساتھی کی تلاش ہے — وہ ذرا بغاوت پر اتر آیا ہے — اسے سبق سکھانا ہے۔"

"او کے — او کے۔" جواری خوش ہو کر بولے — اور کئی ایک نے کھیل شروع کر دیا، لیکن بہت سے بتوں کے توں بیٹھے رہے، ان میں سے ایک نے کہا:

"اور آپ کے شکار کا کیا نام ہے؟"

"آدھے میاں: دیکھا ہے آپ لوگوں نے اسے؟"

"ہاں! آیا تو تھا آدھا گھنٹہ پہلے، لیکن اب تو نظر نہیں آ رہا — اس کا مطلب ہے — جا چکا ہے۔" دوسرے نے کہا اور باقی اِدھر اُدھر دیکھنے لگے، لیکن انہیں آدھے میاں کہیں بھی نظر نہ آیا —

"اگر وہ آدھا گھنٹہ پہلے یہاں تھا تو پھر اب بھی یہیں ہے۔" یہ کہہ کر استاد اندر کی طرف بڑھا — ایک بار پھر ان سب پر خوف طاری ہو گیا — جوئے خانے کے آخر میں ایک خوب صورت سا کمرہ تھا — چھوٹا سا — اس میں ایک موٹا سا آدمی بیٹھا کسی فائل پر کام کر رہا

تھا — جونہی استاد اندر داخل ہوا، وہ چونک کر سیدھا ہو گیا:

"کیا مطلب — کون ہیں آپ اور میرے دفتر میں اس طرح آنے کا کیا مطلب؟"

"زیادہ بنو نہیں بھائی — یہ بتاؤ — آدھے میاں کہاں ہے؟"

"اوہ! تو آپ آدھے میاں کی تلاش میں ہیں — وہ یہاں آیا تھا — اس نے میرے پاس اپنی ایک بڑی رقم بطور امانت رکھی ہوئی تھی — آپ شاید جانتے ہوں گے — جواری بے ایمان نہیں ہوتے — میرا مطلب ہے — جو سچے جواری ہوتے ہیں — وہ — لہٰذا میں نے اس کے مطالبے پر اس کی رقم اس کے حوالے کر دی — وہ بیس منٹ پہلے یہاں سے جا چکا ہے۔"

"اوہ — لیکن یاد رہے — اگر وہ یہاں ہوا تو تجھ سے بُرا کوئی نہیں ہو گا۔"

"سارا جوا خانہ حاضر ہے — تلاشی لے لیں۔"

"شکریہ! وہ تو ہم لیں گے۔"

استاد باہر نکل گیا — اب اپنے نو ساتھی بھی اندر لے آیا —

"تلاش کرو اس سور کو — وہ یہاں آیا تھا — جوئے

خانے کے مالک کے پاس اس کی رقم تھی — اس کا کہنا
ہے کہ وہ رقم لے کر چلا گیا۔"

"اوہ — یہ تو ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔"

"ہو سکتا ہے — بھائی جھوٹ بول رہا ہو — لہذا تلاش
تو کرنا ہو گا۔"

"او کے چھوٹے استاد۔"

ان سب نے جوئے خانے کا ایک ایک حصہ اچھی
طرح کھنگال ڈالا — پھر مایوس ہو کر باہر نکل گئے —
سب لوگ خوف زدہ نظروں سے انہیں جاتے ہوئے
دیکھتے رہے — یہاں تک کہ گاڑی نظروں سے
اوجھل ہو گئی — اس وقت بھائی اپنی کرسی سے اٹھا،
اس نے اپنے کمرے کے فرش پر بچھا موٹا قالین
الٹ دیا، لیکن اس سے پہلے وہ کمرے کا دروازہ
اندر سے بند کر چکا تھا — اب باہر سے کوئی اندر
جھانک بھی نہیں سکتا تھا، کیونکہ اس نے کوئی ایسی
درز یا سوراخ نہیں چھوڑا تھا — قالین الٹنے پر ایک
دروازہ نظر آیا — اس کو اٹھا کر وہ نیچے اترا — نیچے
ایک تہ خانہ تھا — اس میں ایک آدمی چارپائی پر
لیٹا تھا۔

"وہ آئے تھے آدھے یہاں — اس وقت تو تلاش کر کے چلے
گئے ہیں، لیکن وہ پھر آئیں گے — جب تم انہیں نہیں ملو
گے نا — تو پھر آئیں گے۔"

"میں جانتا ہوں — کہ وہ یہاں پھر آئیں گے — وہ
ہر اس جگہ بار بار جائیں گے جہاں میں انہیں مل سکتا
ہوں — لہذا میں تم پر زیادہ بوجھ نہیں بنوں گا —
بھائی — میں یہاں سے جا رہا ہوں۔"

"اس وقت نہیں — جب جوا خانہ بند ہو جائے گا —
جب تمام جواری چلے جائیں گے، اس وقت۔"

"تمہارا یہ احسان یاد رہے گا بھائی۔"

"تم میرے دوست ہو — اور دوست وہی ہے —
جو مصیبت میں دوست کے کام آئے — یہ نہیں کہ
دوست سے تو تمام فائدے اٹھا لیے — اور اس پر
دکھ اور مصیبت کا وقت آیا تو اس کی مدد سے ہاتھ
تک اٹھا لیا — یا جب تک کسی سے فائدہ اٹھایا جا سکا،
اس وقت تک تو اسے دوست رکھا اور پھر اپنی دوستی
سے بھی اسے خارج کر دیا — دنیا میں ویسے ہی
کچھ ہوتا ہے۔"

"ہوں! تم بہت اچھے ہو — بھائی — بہت اچھے۔"

"لیکن آدھے میاں! یہ تم نے کیا کیا — سانپ کے منہ میں ہاتھ ڈال دیا — اب یہ لوگ تمھیں تلاش کرتے رہیں گے — تم کب تک ان سے بچو گے۔"

"تم مجھے صرف اور صرف ایک جگہ پہنچا دو — یا ان لوگوں کو یہاں بلا دو — پھر میں ان شاء اللہ ان سے بچ جاؤں گا۔"

"تم کس کی بات کر رہے ہو؟" بھائی نے حیران ہو کر کہا۔

"انسپکٹر جمشید اور ان کے بچوں کی — اس وقت بس وہ میرے کام آ سکتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے — میں ان سے رابطہ کرتا ہوں — لیکن بھئی — اس طرح تو مجھے اپنے اس جوئے خانے سے ہاتھ دھونا پڑیں گے — اور خود مجھے جیل جانا پڑے گا۔"

"نہیں — اس وقت یہاں کوئی جواری موجود نہیں ہو گا۔"

"پھر بھی — یہاں جوا کھیلنے کی اس قدر چیزیں ہیں، میں کس کس پر پردہ ڈالوں گا۔"

"اچھا تو پھر تم انھیں فون کر دو — اس سڑک کے

باہر کھمبے کے پاس وہ آ جائیں — میں انھیں وہاں مل جاؤں گا — وہ مجھے وہاں سے لے لیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے — میں ایسا کر دیتا ہوں — تم فکر نہ کرو۔"

یہ کہ کر وہ اوپر آ گیا اور فون پر جھک گیا —

توڑ دیں گے

"تلاشی لینے پر وہ ہمیں نہیں ملا، لیکن وہ ہے۔ جوئے خانے کے اندر ہی" چھوٹے استاد نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو استاد؟"

"اس لیے کہ ایک بات جو مجھے معلوم ہے۔ وہ تمہیں معلوم نہیں" استاد مسکرایا۔

"اور وہ کیا؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"یہ کہ جوئے خانے کا مالک بھائی، آدھے میاں کا گہرا دوست ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ اس نے اس سے پناہ مانگی ہو اور اس نے دینے سے انکار کیا ہو"

"لیکن پھر وہ ہمیں ملا کیوں نہیں؟"

"بھائی نے اسے کسی خفیہ جگہ چھپایا ہے۔ آخر یہ جوا خانہ ہے۔ اس میں خفیہ جگہیں ضرور ہوں گی"

"تو پھر۔ اب کیا کریں؟"

"جوئے خانے کی خفیہ نگرانی۔ میدان صاف دیکھ کر بھائی اسے اشارہ دے گا اور وہ باہر نکلے گا"

"بہت خوب۔ استاد" ایک نے کہا۔

"ہم بظاہر یہاں سے رخصت ہو جاتے ہیں، لیکن کچھ دور جا کر گاڑی کو واپس لائیں گے، لیکن یہاں سے اتنی دور کہ ان میں سے کوئی گاڑی کو نہ دیکھ سکے۔ اور ہم گاڑی سے اتر کر جوئے خانے کے چاروں طرف پھیل جائیں گے"

"بہت خوب استاد، امید ہے۔ اب آدھے میاں ہمارے ہاتھوں سے بچ نہیں سکے گا"

"وہ بے چارہ تو بچنے کے لیے پیدا ہی نہیں ہوا تھا" استاد نے ہنس کر کہا۔

ان کی گاڑی آگے بڑھ گئی۔ کافی دور جا کر پلٹی، اب اس کی نمبر پلیٹ پھر بدل چکی تھی۔ جوئے خانے سے مناسب فاصلے پر رک کر وہ نیچے اترے۔ کلاشن کوفیں انھوں نے واسکٹوں کے نیچے چھپا رکھی تھیں۔ وہ جوئے خانے کے چاروں طرف پھیل گئے۔ اس کے تین دروازے تھے، تینوں پوری طرح سے ان کی نظروں

میں تھے۔ ان میں سے جس دروازے سے بھی آدھے میاں
نکلتے، ان کی زد میں آئے بغیر نہ رہتا۔ دسواں غنڈہ
گاڑی میں ہی بیٹھا رہ گیا تھا۔ اس کا کام یہ تھا کہ
جونہی اس کے ساتھی گاڑی میں بیٹھیں وہ گاڑی اڑا لے جائے۔

"آخر ہمیں کب تک انتظار کرنا پڑے گا؟"

"جب تک وہ باہر نہیں آ جاتا۔"

"تو ہم اندر جا کر زبردستی بھی تو بھائی سے پوچھ سکتے
ہیں۔" ایک نے کہا۔

"تم اسے نہیں جانتے۔ وہ اپنے دوست کو بچانے
کے لیے جان دے سکتا ہے، لیکن ہمارا مسئلہ اس کی
جان لے کر تو حل ہو گا نہیں۔ جب تک ہم آدھے
میاں کا کام تمام نہیں کرتے، خود ہماری جانیں نہیں
بچیں گی۔"

"خیر۔ ہمیں کیا۔ ہم تو کھڑے ہیں یہاں۔"

"ہاں بس۔ تم فکر نہ کرو، وہ باہر ضرور آئے گا۔ اپنے
بل سے تو آخر سانپ کو بھی باہر آنا پڑتا ہے۔"

"لیکن کب۔ ایسا نہ ہو کہ ہم انتظار کرتے کرتے سوکھ جائیں۔"

"بھائی اتنی دیر تک اسے جوئے خانے میں رکھنے کا
خطرہ مول نہیں لے گا۔ خود آدھے میاں بھی پسند نہیں

کرے گا کہ اس کا دوست اس کی وجہ سے مصیبت میں
مبتلا ہو جائے۔"

"اور اگر بھائی نے اسے کسی خفیہ راستے سے باہر
نکال دیا؟"

"کہاں سے نکالے گا۔ اس جوئے خانے کے صرف
تین دروازے ہیں۔ چوتھا دروازہ کوئی نہیں۔ اور تینوں
پوری طرح ہماری نظروں میں ہیں۔"

"لیکن۔ جس طرح اس جوئے خانے میں کوئی خفیہ
جگہ موجود ہے۔ بالکل اسی طرح باہر نکالنے کے لیے
کوئی خفیہ راستا بھی تو ہو سکتا ہے۔"

"دیکھا جائے گا۔" چھوٹے استاد نے منہ بنا کر
کندھے جھٹکے۔

وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ انتظار کے لمحات
ویسے بھی کاٹے نہیں کٹتے۔ اچانک سڑک کے کنارے
ایک جیپ آ کر رکی۔ اس میں سے دو لڑکے اور ایک
لڑکی اترے۔

"اوہو۔ یہ۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟" استاد نے
چونک کر کہا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں آپ، مہربانی فرما کر ہمیں بھی

دکھا دیں۔"

"یہ۔ یہ بچے۔ جو ابھی ابھی جیپ سے اُترے ہیں نا۔ محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔ انسپکٹر جمشید کے بچے۔"

"اوہ! یہ یہاں کہاں؟"

"کہیں انھیں آدھے میاں نے ہی تو نہیں بُلایا؟"

"بھلا وہ کیوں بلانے لگا؟"

"تاکہ وہ ان کی پناہ میں چلا جائے۔ اور اگر ایسا ہو گیا تو یہ بہت بُرا ہو گا، کیونکہ اس صورت میں آدھے میاں ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا، صاف بچ جائے گا۔ پھر باس ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"نن۔ نہیں۔"

"وہ دیکھو۔ یہ لوگ بڑی ہوشیاری سے چاروں طرف کا جائزہ لے رہے ہیں۔۔ جوتے خانے کو بھی گھور رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے۔ انھیں حالات بتا دیے گئے ہیں۔ اور آدھے میاں اندر ہی ہے۔ اب ان کے آنے پر بھائی اسے باہر نکلنے کا اشارہ کرے گا۔ اب ہمارا کام اور مشکل ہو گیا ہے۔"

"جی۔ وہ کیسے؟"

"اب ان لوگوں کی موجودگی میں ہمیں اس پر فائر

کھولنا ہو گا۔ اور یہ لوگ ہمارا تعاقب کیے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔"

"تو ساتھ میں ان کا کام بھی تمام کر دیتے ہیں۔"

"اس صورت میں انسپکٹر جمشید اس وقت کی سب سے زیادہ خوفناک چیز بن جائے گا۔"

"تو پھر۔ اب کیا کریں؟"

"دیکھتے ہیں۔ کیا ہوتا ہے اور ہمیں کیا کرنا پڑتا ہے۔ ویسے میں اُلجھن میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ ادھر استاد کا مارے بے چینی کے بُرا حال ہو گا، کیونکہ اس وقت سے بہت پہلے اسے ہماری طرف سے آدھے میاں کی موت کی خبر مل جانی چاہیے تھی۔"

"اور میں سوچ رہا ہوں۔ اگر ہم اس کام میں ناکام ہو گئے تو کیا ہو گا؟"

"پھر ہم سب کی شامت تیار ہے۔ ہمارے بدلے بیس ہرکارے بھیج دے گا استاد۔ اس کے پاس ہرکاروں کی کیا کمی ہے۔ اور ہماری جگہ بھی ان نئے ہرکاروں کو مل جائے گی۔"

"نن۔ نہیں۔ ہمیں یہ کام کرنا ہی ہو گا۔ چاہے انسپکٹر جمشید کے بچے بھی اڑانا پڑیں۔"

اچانک انھوں نے انسپکٹر جمشید کے بچّوں کو جوتے خانے
کی طرف بڑھتے دیکھا:
"ارے! یہ تو جُوتے خانے میں جا رہے ہیں۔"
"ہاں! اس کا واضح مطلب ہے — وُہ اندر ہی ہے
اور بھائی نے ہم سے جھوٹ بولا تھا — لہٰذا اب بھائی
سے بھی نپٹنا ہو گا۔"
"ہاں! اسے اس جھوٹ کا مزا چکھانا ہو گا — اب اگر
یہ لوگ آدھے میاں کو اپنے ساتھ اپنی پناہ میں لیے باہر نکلے
تو ہم ان چاروں کو بھون کر رکھ دیں گے — اپنی جانیں بچانے
کے لیے ہمیں ایسا کرنا ہو گا۔"
"تو پھر تیار ہو جاؤ — اور ہوشیار ہو جاؤ — اپنا کام کرنے
کے ساتھ ہی ہمیں نکل جانا ہو گا۔"
عین اس وقت انھوں نے محمود، فاروق اور فرزانہ کو
اندر داخل ہوتے دیکھا —

"انسپکٹر جمشید سے بات نہیں ہو سکی — آدھے میاں —
ان کے بچّوں سے بات ہوئی ہے — اور وُہ یہاں سڑک

کے کنارے پہنچ جائیں گے:"
"خیر یہ بھی کافی ہے — اب تم چھت پر چڑھ جاؤ —
اور دھیان رکھو — جونہی وہ لوگ آئیں — مجھے بتا دو، میں
نکل جاؤں گا۔" آدھے میاں نے کہا۔
"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا اور زینے کی طرف چلا
گیا — آدھے میاں بے چینی کے عالم میں ٹہلنے لگا —
اچانک اس کے ذہن میں نہ جانے کیا بات آئی — اس
نے اپنی کمر کے ساتھ چپکائے ہوئے کچھ کاغذات
اتارے اور جوتے خانے میں ایک جگہ چھپا دیے —
ساتھ ہی کاغذ پر کچھ آڑی ترچھی لکیریں بنانے لگا —
پھر اس کاغذ پر انسپکٹر جمشید کا نام لکھ کر اس نے چاروں
طرف دیکھا — اور دیوار کے ایک سوراخ میں ٹھونس
دیا — اپنی انگلی میں ایک پن چبھوئی — اور اس طرح
نکلنے والے خون کے قطرات کاغذ کے پاس لگا دیے
انسپکٹر جمشید کا نام بھی اس نے عجیب انداز میں لکھا تھا،
انسپکٹر جمشید یا محمود، فاروق اور فرزانہ کے علاوہ کوئی اور
نہیں پڑھ سکتا تھا — اب وُہ مطمئن ہو گیا:
"اب میں اطمینان سے مر سکوں گا — میں نے اپنا
کام کر دیا۔" اس نے اپنے آپ سے کہا۔

وہ کچھ دیر اور انتظار کرتا رہا — پھر خود بھی چھت
پر چڑھ گیا ، لیکن اس نے سر اوپر نہیں اُٹھایا تھا :
"کیا بات ہے بھئی — کیا وہ لوگ ابھی تک نہیں آئے ؟" آدھے
میاں نے کہا ۔
"نہیں — ابھی نہیں آئے ، لیکن ..." اس نے خوف زدہ
انداز میں کہا ۔
"لیکن کیا ؟"
"ہماری اس عمارت کے اردگرد کم از کم دس آدمی
کلاشن کوفیں لیے چھپے کھڑے ہیں — جونہی تم باہر
نکلو گے ، وہ تمہیں چھلنی کر دیں گے — اور اب تمہارے
ساتھ میری موت بھی ہو گی — اس لیے کہ میں نے
جھوٹ بولا تھا ان سے ۔"
"نہیں دوست — میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا ۔"
آدھے میاں نے کہا ۔
"اور تم مجھے ان سے کس طرح بچا سکتے ہو — خود کو
تو بچا نہیں سکتے ۔" بھائی نے ہنس کر کہا ۔
"جو بھی ہو سکے گا — کر گزروں گا ۔" آدھے میاں
نے کہا ۔
"تم میری فکر نہ کرو — میری زندگی تو پہلے ہی ہر

وقت داؤ پر لگی رہتی ہے — میرا کام ہی ایسا ہے —
کوئی جلا بھنا جواری کسی بھی وقت میرا کام تمام کر سکتا
ہے ۔" اس نے کہا ۔
"خیر دیکھا جائے گا — فی الحال تو ہم ان کے آنے
کا انتظار کریں گے ۔"
"اوہو — وہ ایک جیپ آ تو رہی ہے ۔"
"لیکن تین بچے — دس کلاشن کوفوں کے مقابلے
میں کیا کر لیں گے ۔"
"ان کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے — یہ لوگ
عجیب و غریب صلاحیتوں کے مالک ہیں ۔" آدھے میاں
نے کہا ۔
"میں تو کہتا ہوں — تم ان کے ہاتھوں بچ جاؤ —
میری خیر ہے ۔" بھائی نے کہا ۔
"کیسی باتیں کرتے ہو ۔" آدھے میاں نے بُرا سا منہ بنایا ۔
اور پھر انھوں نے جیپ سے انسپکٹر جمشید کے بچوں
کو اُترتے دیکھا ۔
"بہت خوب ! یہ وہی ہیں ۔" بھائی مسکرایا ۔
"اب ذرا ان کی مہارت دیکھنا ۔" آدھے میاں نے کہا ۔
دونوں کی نظریں ان پر جم گئیں — وہ کچھ دیر تو سڑک

کے کنارے کھڑے اِدھر اُدھر دیکھتے، پھر اچانک ان کے قدم
جوتے خانے کی طرف بڑھنے لگے۔

"دیکھا۔ آ رہے ہیں نا درست سمت۔ جب کہ میں نے
جوتے خانے کا ذکر نہیں کیا تھا۔"

"میں انہیں دیکھ کر سڑک پر جو نہیں پہنچا۔ اس لیے
انہیں ادھر تو آنا ہی پڑے گا، لیکن ان کے پاس ہتھیار
نہیں ہیں۔ خیر۔ یہ تو ہتھیاروں کے بغیر ہی کام چلا
لیتے ہیں۔"

"آؤ۔ ہم نیچے چلیں۔۔ میرا خیال ہے۔ تم ایک
بار پھر تہ خانے میں چھپ جاؤ۔ ابھی تک باس کے آدمیوں
نے تمہیں نہیں دیکھا۔ اس لحاظ سے میں ان کے ہاتھوں
بچ سکتا ہوں۔ پہلے میں انہیں ساری صورتِ حال بتا
دوں گا، پھر وہ جو مشورہ دیں گے۔ اس پر عمل کر
لیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔"

عین اسی وقت جوتے خانے کے دروازے پر
دستک ہوئی۔ آدھے میاں نے فوراً تہ خانے کا رُخ
کیا۔ بھائی نے قالین درست کر دیا اور دروازے کی
طرف بڑھا۔

جونہی اس نے دروازہ کھولا۔ وہ تینوں اندر داخل ہو
گئے اور ساتھ ہی دروازہ بند کر لیا۔

"ہمیں محمود، فاروق اور فرزانہ کہتے ہیں۔ کیا وہ
یہاں ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"جن صاحب کو ہمیں سڑک کے کنارے ملنا تھا۔
وہ سڑک کے کنارے نہیں ملے۔ اور وہ سڑک کے کنارے
مل بھی کیسے سکتے ہیں۔ وہاں تو دس کلاشن کوفوں والے
چھپے ہوئے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"اوہ۔ تو آپ نے یہ بھی بھانپ لیا۔"

"ارے بھائی۔ ہم تو اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے
ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"کس چیز کے پر گن لیتے ہیں؟" فرزانہ نے حیران
ہو کر کہا۔

"اوہ۔ شاید میں اُلٹ پلٹ کر گیا۔ میرا مطلب
تھا۔ اڑتی چڑیا۔ نن۔ نہیں۔ اڑتی چڑیا کے پر
گن لیتے ہیں، لیکن یہاں اڑتی چڑیا کہاں سے آ گئی۔
آپ مطلب کی بات کریں اور ساری بات ہمیں صاف
صاف بتا دیں۔"

"اچھی بات ہے۔"
ابھی بھائی نے اتنا ہی کہا تھا کہ دروازے پر زوردار دستک ہوئی اور چلا کر کہا گیا:
"دروازہ کھول دو، ورنہ ہم توڑ دیں گے۔"

ہنگامہ

"لیجیے۔ آ گئے مہربان۔ ذرا بھی دم نہیں لینے دیا۔" فاروق نے منہ بنایا۔
"اب کیا کریں؟" بھائی نے گھبرا کر کہا۔
"کرنا کرانا کیا ہے۔ دروازہ کھول دیتے ہیں۔" محمود نے کہا۔
"ہاں! ورنہ اس عمارت کے دروازے اتنے مضبوط نظر نہیں آتے کہ ان کی ٹکریں برداشت کر سکیں۔"
"تم لوگوں نے سنا نہیں۔ دروازہ کھولتے ہو یا نہیں؟"
"کھولتے ہیں بھائی۔ کھولتے ہیں۔ کیوں پریشان ہوتے ہو۔" محمود نے بلند آواز میں کہا، پھر سرگوشی میں بولا:
"وہ کہاں ہے؟"
"ن۔ نیچے۔" اس نے کہا۔
"چلو اچھا ہے۔ صرف نیچے نہیں ہے۔ ورنہ گئے تھے

ہم کام سے۔" فاروق مسکرایا۔

"ایک تو تم چُپ نہیں رہتے — سوچنے کا موقع نہیں دیتے۔"
فرزانہ جھلا اُٹھی۔

"اوہو — تو کیا یہ بھی کوئی سوچنے کا وقت ہے —
اور اگر ہے تو پھر جلد از جلد سوچ ڈالو — ورنہ ..."

"بس بس — مجھے ورنہ سے نہ ڈراؤ — میں پہلے ہی
بہت ڈرا ہوا ہوں۔"

"دروازہ توڑ دو — یہ اس طرح نہیں مانیں گے۔"

"سُنیے جناب — وہ جہاں کہیں بھی ہے — آپ بھی اس
کے پاس چلے جائیں — ان لوگوں سے ہم خود نبٹ
لیں گے۔"

"کیا واقعی ؟ بھائی خوش ہو گیا۔

"جھوٹ موٹ بات کرنے کے ہم عادی نہیں ہیں۔"
محمود نے کہا۔

"اچھی بات ہے — مَیں جا رہا ہُوں۔"

"اس سے اچھی بات بھلا کیا ہو سکتی ہے۔"

وُہ فوراً اندر کی طرف لپکا — انھوں نے اسے قالین
اُلٹ کر نیچے جاتے دیکھا ، پھر قالین کو درست کر دیا —
اور پھر خود اِدھر اُدھر چھپ گئے — تینوں کے ہاتھ جیبوں

میں رینگ گئے — وُہ مقابلے کے لیے پوری طرح تیار ہو
گئے تھے — اِدھر دروازے پر دھڑا دھڑ ہو رہی تھی — آخر
دروازہ ٹوٹ کر اندر کی طرف گرا اور تین حملہ آور اپنی جھونک
میں اندر آ کر گرے — باقی پیچھے ان کے بعد اندر داخل
ہوئے — ان کے ہاتھوں میں کلاشن کوفیں تھیں —

"خبردار — ہاتھ اُوپر اُٹھا دو۔" پیچھے آدمی ایک ساتھ بولے۔
گرنے والے تین نے فوراً اُٹھ کر ہاتھ اُوپر
اُٹھا دیے —

"احمقو — تم سے کس نے کہا ہے ؟"

"تو پھر یہاں کون ہے ، جن سے کہا ہے۔"

"اوہ — تو یہ لوگ اِدھر اُدھر چھپ گئے ہیں۔"

اُسی وقت صحن میں ایک ہلکا سا دھماکا ہوا ،
حملہ آور چیختے چلاتے فرش پر بیٹھ گئے — اور تیزی سے
آنکھیں ملنے لگے — کلاشن کوفیں ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں۔
جب وُہ پانچ منٹ بعد آنکھیں کھولنے کے قابل ہوئے
تو ان کی کلاشن کوفیں ایک طرف ڈھیر نظر آئیں — اور
ان میں سے تین کلاشن کوفیں محمود ، فاروق اور فرزانہ کے
ہاتھوں میں نظر آئیں :

"پروفیسر انکل زندہ باد — انکل ہوں تو آپ جیسے۔"

"گم — کیا مطلب؟" چھوٹے اُستاد نے جھنا کر کہا۔

"ہم نے اپنے انکل کی ایک ننھی سی ایجاد آزمائی تھی — نتیجہ یہ کہ کلاشن کوفیں اب ہمارے ہاتھوں میں ہیں — اور تم لوگ ہاتھ اُوپر اٹھائے کھڑے ہو۔ اب ذرا حرکت کرکے دکھاؤ تو مانیں — اور کچھ نہیں تو ایک قدم کلاشن کوفوں کی طرف بڑھ کر ہی دکھا دو۔"

انہیں تو سانپ سونگھ گیا — ایک لفظ نہ بول سکے :

"بس — ہو گئیں زبانیں گنگ — بڑے آئے تھے — کسی کی جان لینے — آخر وُہ کون ہے اور اس سے تمہیں کیا دشمنی ہے؟"

"وُہ ہے کہاں؟"

"آنکھیں بند کرو۔" فاروق نے کہا۔

"آنکھیں بند کریں — کیا مطلب؟"

"آنکھیں بند کرنے کا مطلب ہوتا ہے، آنکھیں بند کرنا — کیا سمجھے؟"

"یہ لیں، کر لیں آنکھیں بند۔" انھوں نے کہا اور واقعی آنکھیں بند کر لیں۔

ساتھ ہی ایک اور دھماکا ہوا — وُہ زور سے اُچھلے اور بُری طرح تڑپنے لگے — جلد ہی ان کے جسم ساکت

ہو گئے —

"چلو — بلاؤ انہیں اُوپر — پتا بھی تو چلے — کیا ہنگامہ ہے یہ۔"

محمود اور فاروق اندر کمرے میں گئے — قالین اُلٹ کر دروازے پر ٹھک ٹھک کی :

"اب آپ اُوپر تشریف لا سکتے ہیں — حملہ آور اب اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ آپ کا بال بھی بیکا کر سکیں۔" فاروق بولا —

"اوہ! کیا واقعی؟" بھائی کے لہجے میں حیرت دَر آئی۔

"اگر یقین نہیں تو اُوپر آ کر دیکھ لیں — بے چارے بے ہوش پڑے ہیں۔"

"اوہ!" نیچے سے دو آدمیوں کی آواز آئی۔

پھر دونوں اُوپر آ گئے — باہر نکل کر انھوں نے حملہ آوروں کو بے ہوش دیکھا تو مارے حیرت کے ان کی آنکھیں پھیل گئیں :

"یہ — یہ کیسے ہو گیا؟"

"اس بات کو چھوڑیں — یہ کیسے ہو گیا — بس ہو گیا، جیسے ہو گیا — اب ان لوگوں کو باندھنے کی تیاری کریں — جلدی کریں — کوئی رسی وسی مل جائے گی؟"

محمود نے جلدی جلدی کہا۔
"رسی وسی" بھائی نے فوراً کہا۔
"چلیے خیر — صرف رسی سے بھی کام چل جائے گا۔"
بھائی اندر کی طرف دوڑ گیا — جلد ہی وہ رسی لے
آیا — ان سب کو باندھ دیا گیا —
"ان کے ہوش میں آنے سے پہلے پہلے بتا دیں — یہ ماجرا
کیا ہے؟"
"آدھے میاں — بتاؤ۔"
"تو پورے میاں کیوں نہیں بتا دیتے؟" فاروق فوراً بولا۔
"اس لیے کہ پورے میاں یہاں نہیں ہیں — انھوں
نے ہی ان لوگوں کو بھیجا ہے۔"
"اچھا — پوری بات بتائیں — تاکہ ہم پورے میاں
سے بھی دو دو باتیں کر سکیں۔"
"یہ لوگ مجھے جان سے مارنا چاہتے ہیں — ان کا
تعلق ایک نامعلوم شخص سے ہے، بلکہ میرا بھی —
میں بھی اس گروہ میں شامل ہوں، لیکن اب میں
ان کا ساتھ چھوڑنے پر تُل گیا ہوں — اسی لیے یہ
مجھے ہلاک کر دینا چاہتے ہیں اور غالباً باس نے ہی
انھیں اس کام کے لیے بھیجا ہے۔"

"ابھی وضاحت نہیں ہو سکی — اور جب تک وضاحت
نہیں ہو گی — مزا نہیں آئے گا۔"
"ہوں! میں وضاحت کرتا ہوں — کیا آپ کھڑے
رہیں گے؟"
"اس کی فکر نہ کریں — ہم کھڑے رہنے کے عادی
ہیں — ان لوگوں کی موجودگی میں ہم بیٹھ بھی تو نہیں سکتے۔"
"اچھی بات ہے — اس شہر میں باس نامی شخص
کے لیے قریباً سو آدمیوں کا گروہ کام کر رہا
ہے — اس کا کام ہے — ان لوگوں سے شہر میں
بموں کے دھماکے کروانا اور ہر قسم کی تخریب کاری
کروانا — آئے دن کہیں نہ کہیں جو ہنگامے ہوتے
رہتے ہیں، تو یہ اسی کے آدمی کرتے ہیں — چند
دن پہلے تک میں بھی یہ کام کرتا رہا ہوں —
لیکن پھر جب میں نے ایک بم دھماکے میں
ایک بچے کے چیتھڑے اڑتے دیکھے تو میری روح
کانپ گئی — میرا ضمیر جاگ گیا اور میں نے فیصلہ
کیا — میں یہ کام نہ صرف چھوڑ دوں گا —
بلکہ ان سب کو گرفتار بھی کراؤں گا؛ چنانچہ
میں نے کچھ ضروری کاغذات اس کے نائب یعنی

پودے میاں کے دفتر سے اڑا لیے اور فرار ہو گیا۔
میرا ارادہ وہ کاغذات آپ لوگوں کے حوالے کرنے
کا تھا، لیکن مجھے یہ خوف تھا کہ جونہی میں
باہر نکلوں گا، مارا جاؤں گا۔ لہٰذا میں نے سوچا،
پہلے تیل دیکھوں۔ تیل کی دھار دیکھوں۔ پھر باہر
نکلوں۔ لہٰذا میں یہاں آ کر چھپ گیا اور باہر نہ
نکلا۔ اور آخر یہ لوگ مجھے تلاش کرتے ہوئے
یہاں آ گئے۔ یہ میرا دوست ہے۔ بھائی۔ یہ
عمارت اس کی ہے۔"

"اور یہ آپ کے دوست کیا کرتے ہیں؟" محمود نے
اسے گھورا۔

"ج۔ ج۔ جوا۔"

"کیا کہا۔ کیا جوا کھیلتے ہیں۔ بُری بات ہے۔
اچھے بچے جوا نہیں کھیلتے۔" فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

"کھیلتا نہیں۔ جوا کراتا ہوں۔ یہ ایک جوا خانہ ہے،
لیکن اپنے دوست کو جرائم سے توبہ کرتے دیکھ کر میں
بھی اب توبہ کرنے پر تیار ہو گیا ہوں۔ آپ مجھے بھی
اس کے ساتھ گرفتار کرا دیں۔ اور ان لوگوں کو بھی۔"

"لیکن وہ کاغذات کہاں ہیں؟"

"وہ یہیں ایک جگہ۔"

"خبردار۔ ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

ایک سرد آواز گونجی۔ وہ بُری طرح اچھلے۔ انھوں
نے دیکھا۔ ایک سیاہ پوش وہاں موجود تھا۔ اور اس کے
ہاتھ میں ایک عجیب و غریب سی رائفل تھی۔ انھوں نے
اس قسم کی رائفل پہلے نہیں دیکھی تھی۔

"آپ کون ہیں؟"

"تمھاری موت۔" سرد آواز سنائی دی۔

"ارے باپ رے۔ موت صاحبہ۔ آپ سے مل کر
خوشی ہوئی۔ ہاتھ ملایئے۔" یہ کہہ کر فاروق نے ہاتھ آگے کر دیا۔

"خبردار! میں تم لوگوں سے بہت اچھی طرح واقف
ہوں۔ اسی لیے اپنے ساتھیوں کے مکمل طور پر شکست کھا
جانے اور ان دونوں کے اوپر آ جانے کے بعد ظاہر ہوا
ہوں۔" سیاہ پوش بولا۔

"یہ بات تو خیر ہے۔ اب کیا پروگرام ہے؟"

"میرے ساتھیوں کو ہوش میں لاؤ۔ ورنہ میں ان کو
اڑا دوں گا۔" اس نے غرا کر کہا۔

"ہوش میں آ جاؤ بھئی۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔ اس طرح ہوش میں آ جائیں

گے یہ۔"

"پتا نہیں ۔۔ یہ کس طرح ہوش میں آنا پسند کریں گے ۔۔ پوچھ کر بتا دیں ان سے۔" فاروق جلدی جلدی بولا۔

"دماغ نہ چاٹو ۔۔ کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

"ہاں یہ تو خیر ہمارا بھی تجربہ ہے ۔۔ دماغ چاٹنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔"

"اوہو ۔۔ میں کہ رہا ہوں ۔۔ تمھاری کسی حرکت کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

"وہ بعد کی بات ہے۔"

"میں نے کہا ہے ۔۔ ان لوگوں کو ہوش میں لاؤ۔"

"اچھا ۔۔ آپ کہتے ہیں تو لے آتے ہیں ۔۔ ورنہ ہمارا ارادہ نہیں تھا ۔۔ ایسے نامعقولوں کو ہوش میں لانے کا۔" فاروق نے کہا۔

محمود نے جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی ۔۔ اس کا ڈھکن اتارا اور ان بے ہوش غنڈوں کو باری باری شیشی سنگھائی جلد ہی انھوں نے آنکھیں کھول دیں ، وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔

"ارے ۔۔ یہ کیا ۔۔ آپ ۔۔ آپ کون ہیں؟" چھوٹے استاد نے بوکھلا کر کہا۔

"یہ میں ہوں عقل کے اندھو ۔۔ اگر میں تم لوگوں

کے پیچھے نہ ہوتا تو تم گئے تھے کام سے ۔۔ جیل میں چکی پیستے۔"

"اوہ ۔۔ بہت بہت شکریہ استاد۔"

"لیکن تم اسے جان سے مارنے میں کامیاب نہیں ہوئے ۔۔ سزا تو ملے گی تمھیں ۔۔ اور وہ تم جانتے ہی ہو۔"

"کک ۔۔ کیا مطلب؟" وہ کانپ گئے۔

"میں نے کہا تھا ۔۔ اگر تم آدھے میاں کو نہ مار سکے تو تم بھی نہیں بچو گے ۔۔ اور تم نہیں مار سکے ۔۔ میں یہاں صرف آدھے میاں کو ہلاک کرنے نہیں آیا ، بلکہ تم دس کے دس کو بھی ہلاک کرنے آیا ہوں ۔۔ تاکہ باقی لوگ یہ بات جان لیں کہ باس کے حکم کی تعمیل نہ کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

"نن ۔۔ نہیں۔" وہ ایک ساتھ چلائے۔

عین اس وقت اس نے فائر کھول دیا ۔۔ محمود ، فاروق اور فرزانہ کو اس کی ایک فی صد بھی امید نہیں تھی ۔۔ لہٰذا وہ بھی ان کے لیے کچھ نہ کر سکے ، تاہم انھوں نے خود کو بچانے کے لیے بجلی کی سی تیزی سے چھلانگیں لگا دیں ۔۔ ساتھ ہی فرزانہ نے کوئی چیز نقاب پوش کی طرف اچھال دی ۔۔ اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکلی۔

اور رائفل اس کے ہاتھ سے نکل گئے، لیکن اس وقت تک اس کے ساتھی اپنے خون میں نہا چکے تھے۔

پل بھر کے لیے سناٹا طاری ہو گیا۔ تمام غنڈے مر چکے تھے، البتہ نقاب پوش زندہ تھا۔ اگر فرزانہ ایک لمحے کی دیر کر دیتی تو پھر آدھے میاں بھی اس وقت لاش میں تبدیل ہو چکے تھے۔

"اُف مالک۔" بھائی نے تھر تھر کانپتی آواز میں کہا۔

"محمود! فوراً انکل اکرام کو فون کرو۔ کہیں کوئی اور گروہ نہ آ جائے۔ ابھی تو ان کے نوے ساتھی باقی ہیں اور باس بھی۔"

محمود فوراً فون کی طرف بڑھا، لیکن دھڑام سے گرا۔

فون بوتھ

انسپکٹر جمشید کے فون کی گھنٹی بجی۔ انھوں نے فائل پر سے نظریں ہٹائے بغیر ریسیور اٹھایا اور بولے:

"السلام علیکم! انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں۔"

"بھائی کے اڈے پر اس وقت ایک خونیں ڈراما کھیلا جا رہا ہے۔ آپ کے بچے بھی وہاں موجود ہیں اور اس خونیں ڈرامے میں آپ کے تینوں بچے بھی کردار ادا کر رہے ہیں۔ کیا آپ بھی اس ڈرامے میں حصہ لینا پسند فرمائیں گے؟"

"ہاں ضرور، کیوں نہیں۔" انسپکٹر جمشید نے پُرسکون آواز میں کہا۔

"تو پھر آپ بھی تشریف لے آئیے۔" کہا گیا۔

"اچھی بات ہے۔ آپ کی تعریف؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میری تعریف آپ کو پسند نہیں آئے گی۔ لہٰذا نہ ہی پوچھیں۔"

"بتا دیتے تو بہتر تھا۔"

"مجھے باس کہتے ہیں۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"اچھا ہی کرتے ہیں، لیکن میں انھیں بتاؤں گا کہ باس کو کیا کہتے ہیں۔" انھوں نے سرد اور خشک انداز میں کہا۔

"آپ سے ملاقات دلچسپ رہے گی۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" انھوں نے کہا اور فوراً ایک بٹن دبایا — ٹیلی فون ایکس چینج سے فوراً کہا گیا:

"یس سر — کیا حکم ہے؟"

"ابھی ابھی میرے فون نمبر پر کس نمبر سے بات کی گئی ہے؟"

"ایک منٹ سر۔" دوسری طرف سے کہا گیا، پھر ایک منٹ بعد ہی آواز ابھری:

"ایک پبلک فون بوتھ سے۔"

"اور وہ فون بوتھ کہاں ہے؟"

"غالب روڈ۔"

"شکریہ!" انھوں نے کہا اور ریسیور رکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے — جلدی سے سب انسپکٹر اکرام کو آواز دی:

"اکرام — دوڑو — انگلیوں کے نشانات ابھارنے والا پاؤڈر ساتھ لے لو اور کیمرہ بھی۔"

یہ کہ کر وہ دوڑتے ہوئے باہر آ گئے — اپنی جیپ میں بیٹھ کر باہر نکل رہے تھے کہ اکرام دوڑتا ہوا جیپ میں سوار ہو گیا — اور جیپ تیزی سے باہر نکل گئی۔

"ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتا ہے یہ شخص۔" انسپکٹر فضلی نے اپنے ساتھی سے کہا — دونوں اس وقت دفتر کے برآمدے میں کھڑے تھے۔

"لیکن یہ بھی تو دیکھو — کس قدر کارنامے انجام دے چکے ہیں۔" اس کے ساتھی نے ہنس کر کہا۔

اور وہ منہ بنا کر رہ گیا۔

"خیر تو ہے سر؟"

"ابھی ابھی ایک نامعلوم شخص نے ایک پبلک فون بوتھ سے مجھے فون کیا ہے — میں اس کی انگلیوں کے نشانات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ اچھا۔" اس نے کہا، پھر چونک کر بولا:

"لیکن سر — اس نے فون پر کہا کیا تھا؟"

"یہ کہ بھائی کے اڈے پر اس وقت ایک خونیں ڈراما کھیلا جا رہا ہے — اس ڈرامے میں محمود، فاروق اور فرزانہ بھی شریک ہیں — کیا آپ بھی اس ڈرامے میں شرکت کرنا پسند کریں گے — میں نے کہ دیا کہ

ہاں، ضرور کروں گا۔ ساتھ ہی میں نے ایکس چینج سے
معلوم کیا کہ مجھے فون کہاں سے کیا گیا ہے۔ انھوں
نے بتایا کہ غالب روڈ کے پبلک فون بوتھ سے۔" انسپکٹر
جمشید نے جلدی جلدی بتایا۔

"تو آپ اس فون بوتھ سے مجرم کی انگلیوں کے
نشانات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں اکرام۔ یہ اچھا موقع ہے۔"

"آپ بھی عجیب ہیں سر۔" اکرام نے حیران ہو
کر کہا۔

"کیوں۔ کیا بات ہے؟" انسپکٹر جمشید چونکے۔

"اس نامعلوم آدمی کے کہنے کے مطابق۔ بھائی کے
اڈے پر کوئی خونیں ڈراما کھیلا جا رہا ہے۔ جس میں
محمود، فاروق اور فرزانہ بھی شامل ہیں۔ اور آپ ہیں
کہ پبلک فون بوتھ سے انگلیوں کے نشانات اٹھانے چلے
آئے۔ آپ کو تو فوری طور پر بھائی کے اڈے پر پہنچ جانا
چاہیے تھا۔"

"اس صورت میں انگلیوں کے یہ نشانات ضائع
ہو جاتے۔"

"لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے سر۔ اس شخص کے بعد

اور لوگوں نے بھی فون کیے ہوں۔"

"ہاں! اس کا زبردست امکان ہے، لیکن ہم اپنی
کوشش تو کریں گے نا۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں، لیکن بھائی کے اڈے کا آپ
نے کیا کیا؟"

"یہاں سے فارغ ہو کر وہاں جائیں گے اور دیکھیں گے
کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے، جیسے کوئی گہری
سازش کی گئی ہے آپ لوگوں کے خلاف۔"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اوہو اکرام۔ کام خراب
ہونے والا ہے۔ وہ دیکھو۔ وہ رہا پبلک فون بوتھ اور
اس میں ایک آدمی داخل ہونے جا رہا ہے۔ فوری
طور پر اگر ہم اسے نہ روک سکے تو انگلیوں کے نشانات
ضائع ہو جائیں گے۔" یہ کہہ کر انھوں نے رفتار مزید
تیز کر دی اور آندھی اور طوفان کی طرح فون بوتھ تک
پہنچ کر رکے:

"اے جناب۔ ایک منٹ ٹھہریں۔" یہ کہہ کر انھوں نے
دوڑ لگا دی اور گویا اڑ کر فون بوتھ کے اندر گھس گئے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔ پہلے میں داخل ہوا ہوں،

میں فون کروں گا۔" اندر موجود شخص نے جھلا کر کہا۔

اور انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے، کیونکہ ان کے اندر داخل ہونے سے پہلے وہ صاحب ریسیور ہاتھ میں لے چکے تھے۔

"یہ آپ نے کیا کیا۔ ہماری ساری دوڑ دھوپ ضائع کر دی۔" انسپکٹر جمشید نے بُرا سا منہ بنایا۔

"کیا مطلب۔ آخر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔ اس فون بوتھ کو ابھی ابھی ایک مجرم نے استعمال کیا تھا۔ ہم اس کی انگلیوں کے نشانات لینا چاہتے تھے۔"

"تو آپ مجھ سے پہلے کیوں اندر داخل نہیں ہوتے؟"

"بہت تیزی میں تو آتے ہیں۔ دراصل فاصلہ ہمارے دفتر سے یہاں تک زیادہ نہیں ہے۔"

"لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس بوتھ میں مجھ سے پہلے بھی کوئی آ چکا ہو۔"

"ہاں! اس کا امکان ہے، لیکن اس کی انگلیوں کے نشانات کا ریکارڈ ہمارے ہاں نہیں مل سکتا تھا۔ جب کہ اس جرائم پیشہ کا ریکارڈ ہم تلاش کر لیتے۔"

"اوہ! تب تو مجھ سے بہت زیادتی ہوئی۔ مجھے بہت

افسوس ہے۔ آپ کی تعریف؟" اس نے شرمندہ ہو کر کہا۔

"جی۔ بس۔ مجھے انسپکٹر جمشید کہتے ہیں۔"

"کیا؟" وہ دھک سے رہ گیا۔

"کیوں، کیا ہوا؟"

"تب وہ شخص وہی تھا۔ مجھ سے پہلے فون کرنے والا ہی آپ کا مجرم تھا۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"لیکن میرا خیال ہے۔ وہ اصل آدمی نہیں تھا۔ اس نے تو صرف فون پر کسی کا پیغام دہرایا تھا، کیونکہ اس کے ہاتھ میں میں نے ایک چٹ دیکھی تھی۔ اس پر آپ کا نام لکھا تھا اور کوئی پیغام۔ میں پیغام نہیں پڑھ سکا۔"

"لیکن۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہ کہ آپ اس کے نکلنے کے بعد اندر داخل ہوئے ہوں۔ آخر ہمیں یہاں تک آنے میں ایک منٹ تو لگ ہی گیا ہو گا۔"

"وہ مجھ سے کوئی بات کرنے کے لیے رک گیا تھا۔

ہاں یاد آیا۔ پتا پوچھ رہا تھا کوئی۔ میں اسے پتا سمجھانے
لگا تھا۔ جب وہ سمجھ گیا تو چلا گیا۔ میں بے خیالی
میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔ جب وہ موڑ مڑ گیا تو
اس وقت میں اندر داخل ہوا تھا۔"

"اوہ! تب تو ٹھیک ہے۔ بات یہی جچتی ہے۔
آپ کا نام؟"

"مجھے رشید شاہ کہتے ہیں۔"

"آپ کو کہیں دیکھا ہے میں نے۔" اکرام بڑبڑایا۔
پھر بولا:

"آپ کیا کام کرتے ہیں بھلا؟"

"میں کوئی کام نہیں کرتا۔ زمینیں ہیں بہت میری۔"
اس نے کہا۔

"اچھا جناب۔ شکریہ۔" انسپکٹر جمشید نے جیپ کی طرف
مڑتے ہوئے کہا۔

"سر! ہم نے ان سے اس کا حلیہ نہیں پوچھا۔"
اکرام بولا۔

"ہاں! پوچھ لو بھئی۔" وہ رک گئے۔

"وہ لمبے قد کا آدمی تھا۔ سیاہ رنگ کا۔ چھوٹی چھوٹی
آنکھیں تھیں اس کی۔ اور خاص بات یہ کہ ایک ٹانگ

سے قدرے لنگڑا کر چلتا تھا۔"

"کیا!!" اکرام نے مارے حیرت کے کہا۔

"کیوں اکرام! کیا ہوا؟"

"سر۔ یہ باغی نواز کی بات کر رہے ہیں۔"

"اوہ۔ ہم اسے چیک کر لیتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے
پرجوش انداز میں کہا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں سر۔ آپ کو پہلے بھائی
کے اڈے پر جانا چاہیے تھا۔"

"چلے جائیں گے وہاں بھی۔ پہلے اس ثبوت کو چیک کر
لیں۔" انھوں نے کہا۔

اکرام باغی نواز کے ٹھکانے سے اچھی طرح واقف تھا،
وہ ایک بہت پرانا جرائم پیشہ تھا۔ کئی بار کا سزا یافتہ،
لیکن اب تائب ہو چکا تھا۔ آخری بار سزا کاٹنے
کے بعد اس نے اعلان کیا تھا کہ اب وہ شریفانہ زندگی
بسر کرے گا۔

جلد ہی وہ اس کی کوٹھی کے سامنے رکے۔ اس
کی کوٹھی غالب روڈ سے زیادہ دور نہیں تھی۔ اکرام نے
آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔ ایک منٹ بعد باغی نواز
کی صورت نظر آئی۔

"اوہو! آپ لوگ ہیں ۔ بہت مدت بعد نظر آئے ۔
آیئے ۔ تشریف رکھیے۔"

"ہم بیٹھنے کے لیے نہیں آئے۔"

"تو پھر؟"

"آپ نے تھوڑی دیر پہلے غالب روڈ کے پبلک فون بوتھ سے مجھے فون کیا تھا؟"

"کیا!!" اس کے چہرے پر خوف دوڑ گیا، پھر وہ جلدی سے بولا:

"لیکن یہ بات آپ کو کس نے بتائی؟"

"فون بوتھ سے نکلتے وقت آپ نے کسی سے بات کی تھی؟"

"اوہ ہاں! یاد آیا ۔ ایک صاحب ملے تو تھے۔"

"لیکن بھئی ۔ تم تو یہاں کے پرانے رہنے والے ہو، تمہیں ان سے کوئی پتا پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟" اکرام کے لہجے میں حیرت تھی۔

"پتا ۔ نہیں تو ۔ میں نے تو ان سے کوئی پتا نہیں پوچھا ۔ ہاں! وہ پتا پوچھ رہے تھے۔"

"یہ ایک ہی رہی ۔ وہ تو مشہور زمیندار رشید شاہ تھے، انھیں تم سے پتا پوچھنے کی کیا ضرورت تھی ۔ خیر ۔ اس بات کو چھوڑو ۔ اور یہ بتاؤ ۔ تم نے وہ فون کیا تھا؟"

"نہیں ۔ میں نے آپ کو کوئی فون نہیں کیا ۔ ہاں، اس ون بوتھ سے میں نے ایک فون ضرور کیا تھا۔"

"لیکن کیوں ۔ گھر کا فون چھوڑ کر وہاں سے فون رنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میرے گھر کا فون خراب ہے۔"

"بہت خوب ۔ ہمیں فون چیک کرائیں۔"

"لیکن کیوں ۔ اس کی کیا ضرورت ہے؟" اس نے جھنا کر کہا۔

"ضرورت ہے ۔ اندر چلیں۔"

وہ اسے اندر لے آئے ۔ فون کا ریسیور اٹھا کر دیکھا تو وہ بالکل ٹھیک تھا۔

"یہ تو بالکل ٹھیک ہے۔"

"اس کی شکایت لکھوانے وہاں گیا تھا نا ۔ کر دیا ہو گا ھوں نے ٹھیک۔"

"ابھی آپ کہہ رہے تھے ۔ میں نے اس فون بوتھ سے یک فون کیا تھا۔"

"ہاں! وہ ایکس چینج کو ہی کیا تھا۔"

"جھوٹ صاف نظر آ رہا ہے ۔ اب بتاؤ ۔ بھائی کے اڈے پر کیا ہو رہا ہے؟"

"بھائی کے اڈے پر — کون سے بھائی کے اڈے پر؟"

عین اس وقت ایک فائر ہوا — باغی نواز اچھل کر گرا اور تڑپنے لگا — دونوں فوراً پلٹے — لیکن فائر کرنے والا انھیں کہیں بھی نظر نہ آیا — اب تو وہ بہت حیران ہوئے۔

انسپکٹر جمشید نے سرسراتی آواز میں کہا:

"اکرام — اس کا قاتل یہیں کہیں موجود ہے۔"

لفافہ

انھوں نے دیکھا، محمود کی ٹانگ میں ٹانگ نقاب پوش نے اڑائی تھی — اس کے منہ پر وہ چیز ضرور لگی تھی جو فرزانہ نے اچھالی تھی، وہ زخمی بھی ہوا تھا — لیکن بے ہوش نہیں ہوا تھا، البتہ اس نے ڈراما ضرور کیا تھا — بے ہوش ہونے کا — محمود کے گرتے ہی وہ اٹھا — اٹھتے ہی اس نے محمود کے سر میں ایک زوردار ٹکر رسید کرنا چاہی — ایسے میں فاروق حرکت میں آیا اور پوری قوت سے اس سے ٹکرا گیا — دونوں دھڑام سے گرے — ساتھ ہی محمود نے اس کی گردن دبوچ لی۔ اس نے گردن چھڑانے کے لیے بہت زور مارا، لیکن چھڑا نہ سکا — آخر کار اسے سچ مچ ہی بے ہوش ہونا پڑا۔

"اب تم بے فکر ہو کر فون کر سکتے ہو — یہ کوئی شرارت نہیں کر سکے گا۔" فاروق مسکرایا۔

محمود نے جلدی جلدی وفتر فون کیا اور ریسیور رکھ دیا، پھر وہ آدھے میاں کی طرف مڑے:

"اب آپ فوراً سے پہلے اپنی کہانی سنا دیں۔"

"یہ ایک خونیں گروہ ہے — بڑے بڑے لوگوں کو لوٹنا اس گروہ کا کام ہے — راستے میں کوئی آ جائے تو یہ فوراً اسے ختم کر دیتے ہیں — گروہ میں قریباً سو آدمی کام کرتے ہیں — ان کا ایک باس ہے — یہ شخص جسے آپ لوگوں نے ابھی ابھی بے ہوش کیا ہے، باس کا نائب ہے — اور پورے گروہ کو یہی کنٹرول کرتا ہے — باس تو صرف اسے احکامات دے دیتا ہے — اتفاق ایسا ہوا کہ باس نے اس کے ذریعے مجھے ایک عمارت میں بلوایا — وہ نائب کو درمیان میں لائے بغیر مجھ سے کوئی کام لینا چاہتا تھا — میں اس زندگی سے بہت تنگ آیا ہوا ہوں — مجھے دراصل زبردستی اس گروہ میں شامل کیا گیا ہے — کسی زمانے میں چھوٹی چھوٹی چوریاں کرتا تھا — اچانک ایک دن ان چوریوں کے ثبوت مجھے ایک لفافے میں بند گھر میں پڑے ملے — اور یہ ہدایت بھی کہ فوراً

فلاں جگہ پہنچو، ورنہ یہ تمام ثبوت پولیس کے حوالے کر دیے جائیں گے — میں اس عمارت میں پہنچا — جو آج کل یہ نقاب پوش یعنی پورے میاں استعمال کرتا ہے — اور اس دن سے میں اس گروہ کے لیے کام کرنے پر مجبور ہو گیا — پھر بڑے بڑے جرائم مجھ سے کرائے گئے، ان کے ثبوت بھی جمع کیے جاتے رہے اور دکھائے جاتے رہے — تاکہ میں کبھی بھی بھاگ نکلنے کی کوشش نہ کروں۔"

"ہوں! خیر — تم بتا رہے تھے کہ باس نے تمہیں بلایا۔"

"ہاں! وہاں اس نے مجھے ایک شخص کو ہلاک کرنے کا حکم دیا — میں نے آج تک کبھی کسی کو قتل نہیں کیا تھا — میں کانپ گیا اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ یہ کام نہیں کروں گا — اب سوال یہ تھا کہ ان لوگوں سے کس طرح بچوں گا؟ سو میں اسی رات وہاں دوبارہ داخل ہوا — اور عمارت کی تلاشی شروع کر دی — اس وقت باس عمارت میں نہیں تھا، باہر بھی کوئی نہیں تھا — غالباً کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ باس کی اس خفیہ عمارت میں اس کا کوئی کارندہ اس طرح داخل ہونے کی جرأت بھی کر سکتا ہے — اور میں نے وہاں سے کچھ کاغذات

حاصل کر لیے۔"

"بہت خوب ۔ ہم آپ کو وعدہ معاف گواہ بنا کر
سزا سے بچا لیں گے ۔ یا پھر آپ کو بہت کم سزا
دی جائے گی ۔ آپ فکر نہ کریں ۔ لیکن پہلے آپ
کو ہمیں اس عمارت میں لے جانا ہو گا ۔ باس کو
گرفتار کروانا ہو گا۔"

"میں باقی لوگوں کو گرفتار کروا سکتا ہوں ۔ اس
عمارت تک بھی آپ کو لے جا سکتا ہوں ۔ جس میں سے
یہ کاغذات اڑا کر لایا ہوں ۔ لیکن ۔ باس کو گرفتار
کرانے میں کوئی مدد کس طرح کر سکتا ہوں ۔ جب کہ
میں نہیں جانتا ۔ وہ کون ہے۔"

"خیر اتنا ہی سہی ۔ پہلے ہم صرف اس عمارت
کو چیک کریں گے ۔ اگر اتفاق سے باس بھی وہاں
مل گیا تو کیا ہی بات ہے ، نہ ملا تو بھی کوئی بات
نہیں ۔ ہم اس تک بھی پہنچ ہی جائیں گے۔"

اور پھر محمد حسین آزاد اپنے ماتحتوں کے ساتھ وہاں
پہنچ گیا ۔ کیونکہ سب انسپکٹر اکرام اس وقت دفتر میں موجود
نہیں تھا ۔ ان کو گرفتار کر لیا گیا۔

"اور وہ ریکارڈ کہاں ہے ۔ جو آپ نے اس

عمارت سے اڑایا تھا۔"

"وہ میں نے ان لوگوں کے خوف سے یہیں ایک جگہ
چھپا دیا تھا ۔ ابھی نکالے دیتا ہوں۔"

اس نے کاغذات نکال کر ان کے حوالے کر دیے۔
محمود ، فاروق اور فرزانہ نے جب ان کو دیکھا تو وہ
اس گروہ کے کارناموں کی تفصیلات تھیں ۔ اس ریکارڈ
کو قبضے میں لے کر وہ اس عمارت کی طرف روانہ
ہوئے ۔ جس میں سے ریکارڈ چرایا گیا تھا ۔ لیکن ۔
اب وہ بالکل خالی پڑی تھی ۔ البتہ انھیں اس پر تالا
ضرور لگا نظر آیا تھا ۔ دائیں بائیں سے پتا کرنے پر
ایک شخص نے بتایا کہ عمارت اس کی ہے ۔ اور اسے
تھوڑی دیر پہلے تک ایک شخص نے کرائے پر لے
رکھا تھا ۔ لیکن تھوڑی دیر پہلے ہی وہ عمارت کو خالی
کر چکا ہے۔

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا ، پھر محمود نے کہا :

"آپ اس کا حلیہ بتا سکتے ہیں؟"

"نہیں جناب ۔ وہ ہر وقت اپنے منہ کو کافی حد تک
چھپائے رکھتا تھا ۔ کرایہ اس نے کئی ماہ کا ایڈوانس ادا
کر دیا تھا۔"

"ہوں — خیر — ہمیں اس عمارت کے اندر کی تلاشی لینا ہے۔"

"بات کیا ہے جناب؟" وہ پریشان ہو گیا۔

"وہ کوئی جرائم پیشہ تھا — شاید اندر سے ہمیں اس کے خلاف کوئی ثبوت مل جائے۔"

"ارے باپ رے — جرائم پیشہ!" وہ گھبرا گیا۔

"لیکن اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔" فرزانہ بولی۔

"شش — شکریہ!" اس نے پُرسکون ہو کر کہا۔

"ویلکم شش — شکریہ!" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"جی کیا مطلب؟"

"ان کی باتوں کا مطلب ذرا مشکل سے سمجھ میں آتا ہے، لہٰذا اس چکر میں نہ پڑیں۔" محمود نے منہ بنایا۔

آخر اس نے تالا کھول دیا اور وہ اندر داخل ہو گئے — پوری عمارت سے انگلیوں کے نشانات اٹھائے گئے — باس نے رخصت ہونے سے پہلے صرف چیزیں سمیٹی تھیں، انگلیوں کے نشانات مٹانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی —

"یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"یہ تو ہونا ہی تھا — میرے فرار ہونے کے بعد اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اس عمارت سے نکل گیا۔"

"ہوں! خیر — یہاں سے انگلیوں کے نشانات تو مل ہی گئے ہیں، ہم ان سے کام چلانے کی کوشش کریں گے۔" محمود نے کہا۔

پھر وہ باہر نکل آئے — اور گھر پہنچے — ان کے والد ابھی نہیں لوٹے تھے — اس پر انہیں قدرے حیرت ہوئی، کیونکہ دفتر میں بھی وہ نہیں تھے اور نہ اکرام تھا۔

جلد ہی انہیں فنگر پرنٹ کی رپورٹ مل گئی — اس عمارت سے صرف آدھے میاں کی انگلیوں کے نشانات مل سکے تھے — اس رپورٹ نے انہیں اور بھی حیرت میں ڈال دیا — آدھے میاں کو وہ حفاظت کے خیال سے اپنے ساتھ ہی لے آئے تھے۔

"یہ کیا بات ہوئی آدھے میاں؟" محمود نے اسے گھورا۔

"جی — میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"اس بات کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس نے اپنی انگلیوں کے نشانات تو مٹا دیے ہوں اور آپ کی انگلیوں کے نشانات رہنے دیے ہوں — اس لیے کہ اکثر چیزوں پر انگلیوں کے نشانات نظر نہیں آتے — پاؤڈر ڈال کر ان کو اُبھارنا پڑتا ہے۔"

"اس کا صرف اور صرف ایک ہی مطلب نکلتا ہے۔"

آدھے میاں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ وہ اس عمارت میں ہر وقت دستانے پہنے رہتا تھا۔"

"اوہ ہاں!" وہ چونکے۔

"خیر۔ اب جونہی ابا جان آتے ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ ان نوّے آدمیوں کو گرفتار کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوں گے۔ اور اس کے بعد رہ جائے گا صرف اور صرف باس وہ اکیلا کیا کر سکے گا۔ جلد ہی ہمارے قابو میں آ جائے گا۔"

"اور جونہی وہ آپ کے قابو میں آئے گا۔ میری جان میں جان آ جائے گی۔"

"آپ اپنی جان میں جان تو خیر اب بھی لے آئیں، بے جان رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" فاروق نے اسے مشورہ دیا اور وہ مسکرانے لگے۔

عین اس وقت دستک ہوئی۔ وہ اچھل پڑے۔ کیونکہ انداز انسپکٹر جمشید کا نہیں تھا۔ انھوں نے فوراً ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

"یہ دشمن بھی ہو سکتے ہیں۔ باس کو ہماری اب تک کی کارروائیوں کی اطلاع تو مل ہی چکی ہو گی۔" فرزانہ نے

گھبرا کر کہا۔

"ہوں۔ اس سے پہلے کہ ہم دروازہ کھولیں۔ انھیں چھپا دینا چاہیے۔" محمود بولا۔

"انھیں میں چھپاتی ہوں۔ تم دروازے کی طرف جاؤ۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ ہم اپنی جان تو دے دیں گے۔ آپ پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔"

"شش۔ شکریہ!" اس نے کہا۔

"پھر آپ نے بے چارے شکریے کے دو ٹکڑے کر دیے۔" فاروق نے کہا۔

اور فرزانہ اسے لے کر اندرونی حصے میں چلی گئی۔ اسی وقت دستک پھر ہوئی۔

"آ رہے ہیں بھئی۔ ایک منٹ۔" محمود نے ہانک لگائی۔

پھر دونوں دروازے پر پہنچے:

"جی۔ کون صاحب ہیں؟"

"آپ کا تار ہے جناب۔" باہر سے کہا گیا۔ وہ مسکرا دیے اور محمود نے کہا:

"ہم نے تو کوئی تار نہیں منگوایا۔"

"اوہو۔ بجلی کا تار نہیں۔ کسی کا پیغام بذریعہ تار

آیا ہے۔"

"اوہ اچھا — تار اندر سرکا دیں — فرش کے ساتھ رکھ کر۔"

"کیوں کیا بات ہے — آپ دروازہ کیوں نہیں کھول دیتے؟"

"اندر خطرہ ہے۔" فاروق بولا۔

"کیا کہا — اندر خطرہ ہے۔" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں — نہیں — ہاں۔" فاروق گڑبڑایا۔

"کیا کہا — نہیں یا ہاں؟"

"نہیں بھی کہا، ہاں بھی۔"

"دماغ تو نہیں چل گیا۔" محمود نے اس کی طرف گھور کر دیکھا۔

"ان حالات میں دماغ کے علاوہ چلنے کے لیے اور رہ بھی کیا گیا ہے۔"

"حد ہو گئی — یعنی کہ..."

"ہاں! وہ تو ہو ہی جاتی ہے۔"

"تم لوگ آپس میں پھر باتیں کرنا — دروازہ کھول کر تار وصول کر لو۔" باہر سے جھلا کر کہا گیا۔

"نہیں! آپ تار اندر سرکا دیں — اور جس کاغذ پر دستخط لینے ہیں، وہ بھی — ہم دستخط کر دیں گے۔"

"عجیب لوگ ہیں آپ بھی — اچھا — میں اندر سرکا رہا

ہوں۔" باہر سے کہا گیا۔

"بہت بہت شکریہ! آپ تو بہت نیک آدمی ہیں۔"

جواب میں کچھ نہ کہا گیا — صرف ایک عدد تار اندر سرک آیا — اور کاغذ کی ایک چٹ بھی جس پر انھیں دستخط کرنے تھے۔

"فاروق — فوراً چھت کا رُخ کرو — اور دیکھو — باہر کوئی گڑبڑ تو نہیں ہے۔" محمود نے دبی آواز میں کہا۔

"کیا اب تک دستخط نہیں ہوئے — ایک دستخط میں اتنی دیر لگتی ہے۔"

"نہیں — یہ بات نہیں۔" محمود بولا۔

"پھر کیا بات ہے؟"

"قلم — قلم۔" اس نے گڑبڑا کر کہا۔

"جلدی کریں۔" باہر سے پھر جھلا کر کہا گیا۔

اور محمود نے دستخط کر کے چٹ باہر سرکا دی، اس لیے کہ اس کے خیال کے مطابق اس وقت تک فاروق اُوپر پہنچ چکا تھا — جلد ہی وہ نیچے چلا آیا:

"ہم بلا وجہ ڈر رہے تھے۔"

"اس کا مطلب ہے — باہر کوئی گڑبڑ نہیں ہے؟"

"نہیں — وہ تو واقعی ڈاکیا تھا۔"

اب انھوں نے تار کو دیکھا۔

"تار کھولنے سے پہلے فرزانہ کو بلا لیتے ہیں۔" محمود نے کہا

فاروق نے اسے آواز دی۔ وہ تیزی سے ان کی طرف آئی۔

"کیا رہا؟" وہ بولی۔

"ڈاکیا ہی تھا۔"

فرزانہ نے تار کے لفافے کی طرف دیکھا۔ اس پر

بھیجنے والے کا نام نہیں تھا۔ اس کے ماتھے پر شکنیں پڑ

گئیں۔ محمود کا ہاتھ اسے کھولنے کے لیے حرکت میں

آیا ہی تھا کہ وہ چلا اٹھی :

"ٹھہرو!"

اس کی آواز میں اس قدر خوف تھا کہ محمود کے ہاتھ

ساکت ہو گئے۔

"کک۔ کیا ہوا؟"

"اس لفافے میں بم بھی ہو سکتا ہے۔"

"لفافے میں بم؟"

"ہاں! آج کل لفافوں میں بھی بم آنے لگے ہیں۔" فرزانہ

نے کہا۔

"ہاں واقعی۔ کئی وارداتیں ہو تو چکی ہیں۔"

"تب پھر۔ ہم جب تک اس کو چیک نہیں کرا

لیتے۔ کھولیں گے نہیں۔"

"اور چیک اس کو گھر میں کرایا نہیں جا سکتا۔"

"اس کے لیے ہم حوالدار محمد حسین آزاد کی خدمات حاصل

کر لیتے ہیں۔ وہ اس لفافے کو لے کر پروفیسر انکل کی طرف

چلے جائیں گے۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔"

جلد ہی محمد حسین آزاد وہاں پہنچ گیا۔ لفافہ خاص ہدایات

کے ساتھ اسے دے کر روانہ کر دیا گیا۔

"اب اس بے چارے کو باہر لے آتے ہیں۔ اندر چھپا

سوکھ رہا ہوگا۔" محمود نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ میں لے آتی ہوں۔"

فرزانہ نے ابھی اندر کا رُخ کیا ہی تھا کہ دروازے

کی گھنٹی ایک بار پھر بجی :

"اُف اللہ! یہ اب کون آ گیا؟"

"جب انھوں نے دیکھا۔ کہ لفافے بم کا تو اب تک

دھماکا نہیں ہوا، کیونکہ تار تو فوراً کھولنے والی چیز ہوتی

ہے، لہٰذا وہ مایوس ہو گئے۔ اب کسی اور رخ سے

وار کریں گے۔ آؤ دیکھتے ہیں۔ اب ان کا کیا پروگرام

ہے۔" محمود نے پُر سکون آواز میں کہا۔

"جوں جوں رات زیادہ ہو رہی ہے — میری پریشانی میں اضافہ ہو رہا ہے — اب تک ابا جان کو آ جانا چاہیے تھا۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"اس بات پر بعد میں غور کریں گے — پہلے تو باہر آنے والے کو دیکھ لیں۔" فاروق بولا۔

تینوں دروازے پر پہنچے :

"جی — فرمائیے — کون صاحب ہیں؟"

"یہ میں ہوں۔" باہر سے ایک عورت کی آواز سنائی دی، ساتھ ہی محمود نے فاروق کو اشارہ کیا — کہ اوپر جا کر دیکھے — اس نے فوراً اوپر کا رخ کیا۔

"میں کون؟" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"ٹوبیہ خانم — ایک ضرورت مند — مصیبت کی ماری۔"

"فی الحال تو ہمارے گھر میں کسی مصیبت کے مارے کی گنجائش نہیں ہے بی بی۔" فرزانہ نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"چپ رہو۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"تک — کیا میں کوئی غلط بات کر بیٹھی ہوں۔"

"نہیں — غلط بات تو صرف فاروق کرتا ہے۔" اس نے جل کر کہا۔

"اچھا، تم بات کرو۔"

"آپ کیا چاہتی ہیں محترمہ؟"

یہی اس وقت انھوں نے فاروق کو تیزی سے آتے دیکھا — جس کا مطلب تھا، کوئی بات ضرور ہے — ساتھ ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی —

رشید شاہ

دونوں نے اس سمت میں دیکھا — جس سمت سے گولی آئی تھی، لیکن اس سمت میں صرف اور صرف عمارات تھیں

"اکرام — وہ سامنے والی عمارت — گولی صرف اور صرف اس عمارت سے آ سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے سر — آپ یہاں ٹھہریں — میں دیکھتا ہوں۔"

"نہیں اکرام! تم یہاں ٹھہرو — دفتر فون کرکے عملے کو بلا لو — میں اس عمارت کو دیکھتا ہوں۔"

"او کے سر۔" اس نے فوراً کہا۔

انسپکٹر جمشید تیر کی طرح اس عمارت کی طرف گئے۔ وہ کوئی پرائیویٹ دفتر تھا — دھاگا بنانے والی کسی فرم کا ذیلی دفتر — دفتر اس وقت بند تھا — صرف ایک چوکیدار دروازے کے دوسری طرف موجود تھا — انھوں نے دستک دی تو اس نے دروازہ کھول دیا:

"جی صاحب — کیا بات ہے؟"

"اس عمارت سے ابھی گولی چلائی گئی ہے۔"

"گگ — گولی — کیا بات کرتے ہیں صاحب۔"

"بھئی ایک آدمی ہلاک ہو گیا ہے — اور آپ میری بات پر یقین نہیں کر رہے۔"

"اوہو اچھا — خیر — یقین کرنے کا کیا ہے — کر لیتا ہوں۔"

وہ اندر داخل ہو گئے:

"میرا تعلق پولیس سے ہے — میں اس عمارت کی تلاشی لوں گا — دروازہ اندر سے بند کر دیں۔"

"بہت بہتر جناب۔" اس نے کہا اور دروازہ بند کر دیا۔

"کیا اس عمارت سے نکلنے کا کوئی اور دروازہ بھی ہے؟" انھوں نے پوچھا۔

"ہے — لیکن اس پر تو چھٹی کے بعد تالا لگا دیا جاتا ہے۔"

"کیا اس وقت تالا لگا ہوا ہے؟"

"ہاں جناب۔"

"یہاں بھی تالا لگا دیں۔"

"جی اچھا۔" اس نے کہا اور تالا لگا دیا۔

"اب اگر ہم دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا اندر ہے تو

کیا وہ کسی راستے سے فرار ہو سکتا ہے؟"

"نہیں صاحب - بالکل نہیں ہو سکتا"

"شکریہ" انھوں نے کہا اور آگے بڑھے۔

انھوں نے پوری طرح تلاشی لی، لیکن وہ کہیں چھپا ہوا نظر نہ آیا - وہ سوچ میں ڈوب گئے - آخر بولے:

"یہ نہیں ہو سکتا"

"جی - کیا نہیں ہو سکتا؟" چوکیدار نے چونک کر کہا۔

"یہ کہ پچھلا دروازہ بند رہا ہو اور وہ سامنے والے دروازے سے نکل گیا ہو - اس لیے کہ فائر کے فوراً بعد میری نظریں اس دروازے پر جم گئی تھیں - اب یا تو اس وقت پچھلا دروازہ کھلا ہوا تھا - یا پھر قاتل عمارت میں ہی کہیں چھپا ہوا ہے - کیوں، میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟" یہ کہہ کر انھوں نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"ن - نہیں" اس نے کہا۔

"کیا مطلب - آپ کا جواب سمجھ میں نہیں آیا" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"میرا مطلب ہے - نہ تو پچھلا دروازہ کھلا ہوا تھا اور نہ اندر کوئی چھپا ہوا ہے - گولی کسی اور جگہ سے چلائی گئی ہو گی جناب"

"میں ایسا نہیں سمجھتا - میری زندگی اسی قسم کے تجربات میں گزر رہی ہے - یہ میرا روز مرہ کا کام ہے - گولی صرف اور صرف اس عمارت سے چلائی گئی تھی - اوپر والی منزل سے - اور پھر قاتل پچھلے دروازے سے فرار ہو گیا - تم نے دروازے کو اس کے فرار ہونے کے بعد تالا لگا دیا"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"اب اور جھوٹ نہ بولیں - ورنہ ہمیں آپ کو پولیس اسٹیشن لے جانا ہو گا"

"ن - نہیں - یہ رہے وہ نوٹ - جو اس نے مجھے دیے تھے، لیکن اس وقت اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کسی کو قتل کرنا چاہتا ہے - اس نے صرف اتنا کہا تھا کہ وہ سامنے والی عمارت میں نظر آنے والے چند افراد کی تصاویر لینا چاہتا ہے - اور تصاویر لینے کے فوراً بعد فرار ہو جانا چاہتا ہے - لہذا پچھلا دروازہ اگر میں کھول دوں اور اس کے جانے کے فوراً بعد تالا لگا دوں تو وہ مجھے دو ہزار روپے دے گا - میں لالچ میں آ گیا - کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کیا کرنے والا ہے، تو میں ہرگز اسے اس کی اجازت نہ دیتا"

"ہوں! تو یہ بات تھی۔ گویا وہ فرار ہو چکا ہے۔"
"ہاں! اس کے پاس شاید بے آواز پستول تھا، کیونکہ ہم
نے پستول چلنے کی آواز بالکل نہیں سنی۔ اس کے گلے میں
کیمرہ ضرور تھا۔"
"ہوں! آپ نے لانچ میں آ کر ایک قاتل کو موقع
دیا۔ لیکن خیر۔ آپ کو سزا تو آپ کے جرم کے مطابق
ہی ملے گی، زیادہ سزا نہیں ملے گی۔ ہاں! اگر آپ کو
معلوم ہوتا کہ مجرم کیا کرنے لگا ہے۔ اور آپ اس کے
جرم کے مطابق اس سے کوئی بڑی رقم لیتے تو پھر آپ
کو قتل کے جرم میں شریک ٹھہرایا جاتا۔ چلیے میرے ساتھ،
یہاں باہر کے دروازے پر تالا لگا دیں۔"
"تت۔ کیا آپ مجھے بالکل نہیں چھوڑ سکتے؟"
"اور اس جرم کی تفصیلات میں کیا لکھوں گا۔" انھوں نے
خشک لہجے میں کہا۔
چوکیدار کا سر جھک گیا۔ انسپکٹر جمشید اسے ساتھ لیے
اکرام کے پاس پہنچے۔
"ان حضرت کی مہربانی سے اس کا خون ہوا۔"
یہ کہہ کر انھوں نے تفصیل سنا دی۔ اکرام نے اس
کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنا دی۔

"افسوس! اس شخص سے ہمیں کچھ معلوم ہو سکتا تھا۔
لیکن مجرم نے اسے بھی ختم کرا دیا۔ اس کا مطلب جانتے
ہو اکرام؟"
"جی! میں سمجھا نہیں، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔" اس
نے چونک کر کہا۔
"یہ کہ۔ مجرم ہم سے بہت نزدیک کہیں موجود ہے یا
اس کا کوئی خاص آدمی موجود ہے، ہر وقت ہم پر نظر
رکھے ہوئے کہ ہم اب کیا کرتے ہیں۔"
"ہوں! آپ ٹھیک کہتے ہیں سر۔ اب ہم اس نظریہ
کے مطابق بھی ادھر ادھر نظر رکھیں گے۔"
"اور اس کے مارے جانے کا ایک اور مطلب نکلتا
ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔
"اور وہ کیا سر؟"
"یہ کہ رشید شاہ کا بیان درست ہے۔ ان سے پہلے
باقی نواز نے ہی فون کیا تھا۔"
"ہوں۔ اب چونکہ تفتیش کے راستے میں رکاوٹ پیدا
ہو گئی ہے۔ لہٰذا اب تو آپ بھائی کے اڈے کی خبر
لینے کے لیے روانہ ہو جائیں۔"
"اوہ ہاں! شاید تم محمود، فاروق اور فرزانہ کے لیے بہت

فکر مند ہو، لیکن وُہ سیدھی کھیر نہیں ہیں۔ خیر آؤ۔"

وُہ بھائی کے اڈے پر پہنچے، لیکن وہاں کی خبریں سن کر وُہ فکر مند ہو گئے۔ یہاں تو اچھی بھلی جنگ ہو چکی تھی۔ اور اب تو اڈے کے گرد پولیس کا پہرہ تھا۔

انھوں نے گھر فون کیا۔ دُوسری طرف سے فوراً محمود کی آواز سنائی دی۔

"ہاں بھئی۔ ادھر کی کیا خبریں ہیں؟"

"بہت گرم۔ نوٹے کے قریب حملہ آور ہمیں گھیرے میں لے چکے ہیں۔"

"کیا کہا۔ نوٹے حملہ آور۔ تم لوگوں کو یا گھر کو؟" انھوں نے چونک کر کہا۔

"جی۔ گھر کو۔"

"اچھی بات ہے۔ ہم آ رہے ہیں۔" یہ کہہ کر انھوں نے سلسلہ کاٹ دیا اور پھر دفتر کے نمبر ملائے۔ اپنی خفیہ فورس کو فوراً ہدایات دیں اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ گھر کے نزدیک پہنچے تو انھوں نے دیکھا۔ وہاں واقعی مسلح حملہ آور گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔

"ان کے ارادے خطرناک لگتے ہیں۔ اکرام۔"

"تو ہم فوراً انھیں وارننگ دینا شروع کر دیتے ہیں۔"

"لیکن ابھی سادہ لباس والے یہاں نہیں پہنچے۔"

"تو پھر۔"

"کچھ دیر انتظار کر لیتے ہیں۔"

"اور اس دوران اگر انھوں نے کوئی نقصان پہنچا ڈالا۔"

"اللہ مالک ہے۔ اگر ہم نے انھیں اس وقت وارننگ دی تو تمام لوگ گرفتار نہیں ہو سکیں گے۔"

"ہاں، یہ تو ہے۔"

اور پھر چند منٹ بعد ہی سادہ لباس والے پہنچ گئے۔ انھوں نے آن کی آن میں حملہ آوروں کے گرد گھیرا ڈال دیا اور پوزیشن لے لی۔ اس کے بعد سپیکر پر اعلان کیا گیا:

"خبردار! تم لوگوں کو پوری طرح گھیرے میں لے لیا گیا ہے۔ اب تم میں سے کوئی بھی فرار نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ سب کے سب ہتھیار ڈال دو۔ یہ اعلان دو مرتبہ اور دہرایا جائے گا۔ اگر تیسری مرتبہ کے اعلان کے بعد بھی ہتھیار نہ پھینکے گئے تو ہم فائرنگ شروع کر دیں گے اور ذمے داری خود تم پر ہو گی۔"

اس اعلان نے سناٹا طاری کر دیا۔ ارد گرد کے لوگ سہم گئے۔ دبک کر گھروں کے دروازے بند کر لیے

گئے — اعلان دو مرتبہ اور دہرایا گیا — پھر دو طرفہ فائرنگ شروع ہو گئی۔

اس وقت تک محمود، فاروق، فرزانہ اور بیگم جمشید چھت پر پوزیشن لے چکے تھے اور چاروں طرف فائرنگ شروع کر چکے تھے — لہٰذا حملہ آوروں کو دو طرفہ فائرنگ کا سامنا کرنا پڑ گیا — اور پھر وہاں چیخوں کا بازار گرم ہو گیا۔

پندرہ منٹ کی زبردست فائرنگ کے بعد انھوں نے ہتھیار پھینک دیے اور ہاتھ اوپر اٹھا دیے — اس وقت تک ان کے پچپن کے قریب آدمی مارے جا چکے تھے — بہت سے زخمی ہو چکے تھے — ان سب کو قابو کر لیا گیا۔

"اب بتاؤ — تم نے میرے گھر پر حملہ کیوں کیا؟"

"ہمارا باس آدھے میاں کو زندہ نہیں دیکھنا چاہتا اور بس — ہمیں یہی حکم تھا کہ اسے ہر حال میں ختم کرنا ہے، کیونکہ وہ ہم سب کا ریکارڈ چرا کر لے گیا ہے اور اگر اس نے وہ ریکارڈ پولیس کو دے دیا — تو ہم نوّے کے نوّے آدمی جیلوں میں سڑیں گے — اگرچہ باس کا پھر بھی کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"کیوں؟" وہ بولے۔

"اس لیے کہ آدھے میاں کو باس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔"

"ہوں! خیر۔" یہ کہہ کر وہ محمود، فاروق اور فرزانہ کی طرف مڑے:

"اور تم لوگوں کی کہانی کیا ہے؟"

انھوں نے کہانی سنا دی — انسپکٹر جمشید سن کر سوچ میں ڈوب گئے، پھر آدھے میاں کی طرف مڑے:

"آپ نے بے شک بہت بڑا کام کیا ہے، لیکن کاش آپ باس کے بارے میں بھی معلومات حاصل کر لیتے — اب سوال یہ ہے کہ ہم باس تک کس طرح پہنچیں؟"

"یہی تو مشکل ہے — باس نے اپنے آپ کو کسی پر آج تک ظاہر کیا ہی نہیں۔" آدھے میاں نے کہا۔

"اچھی بات ہے — میں اس عمارت کی تلاشی لینا چاہتا ہوں — جس میں سے آپ نے یہ ریکارڈ چرایا ہے۔"

"اس کی تلاشی ہم اچھی طرح لے چکے ہیں — وہاں اب کچھ نہیں ہے — صرف انگلیوں کے نشانات مل سکے ہیں — وہ بھی صرف آدھے میاں کے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بس اس حد تک محتاط تھا۔ کہ اس عمارت میں شاید ہر وقت دستانے پہنے رہتا تھا۔" محمود بولا۔

"کمال ہے۔ خیر پھر بھی میں عمارت دیکھنا پسند کروں گا۔" انھوں نے کہا۔

"تو پھر چلیے۔"

وہ اسی وقت روانہ ہو گئے، مالک سے چابی لی اور اندر داخل ہو گئے۔

"فاروق۔ تم ذرا مالک کو بھی یہیں بلا لاؤ۔"

"جی بہتر!"

مالک آیا تو اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔

"آپ دیکھ تو چکے ہیں اس کو اچھی طرح۔"

"ہاں! لیکن ہمارے والد صاحب بھی دیکھنا چاہتے ہیں، یہ پہلے ہمارے ساتھ نہیں تھے۔"

"اچھا! وہ بولے۔

"میں وہ کرایہ نامہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ جس کے تحت آپ نے مکان اس شخص کو دیا تھا۔"

"اس نے کوئی تحریری معاہدہ کیا ہی نہیں۔ کئی ماہ کا ایڈوانس کرایہ دے دیا تھا۔ وہ بھی منہ مانگا، اس میں فون موجود ہے۔ اور اسے کسی ایسے گھر

کی ضرورت تھی۔ جس میں فون بھی ہو، لہٰذا وہ زیادہ سے زیادہ کرایہ دینے پر تیار ہو گیا۔ لیکن اس نے شرط یہ لگائی تھی کہ کوئی تحریری معاہدہ نہیں ہو گا۔ میں نے یہ مکان بنایا ہی کرائے پر دینے کے لیے ہے، لہٰذا میں نے کوئی اعتراض نہ کیا۔"

"ہوں! آپ اسے دیکھیں گے تو پہچان لیں گے۔"

"جی نہیں۔ وہ ہر وقت اپنے چہرے کو کافی حد تک چھپائے رہتا تھا۔"

"اس کی آواز۔ آواز تو آپ بتا ہی سکتے ہیں۔ کیسی تھی؟"

"بہت باریک سی۔ شاید وہ آواز بدل کر بولتا تھا۔"

"وہ یہاں کتنا عرصہ رہا؟"

"کوئی چھ ماہ۔" اس نے کہا۔

انسپکٹر جمشید نے ان کی طرف دیکھا:

"اس کا مطلب ہے۔ وہ اپنا ٹھکانا بھی بدلتا رہتا ہے۔"

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"خیر بھئی۔ آؤ چلیں۔ اور جناب آپ کا بہت بہت شکریہ، ہم نے آپ کو دو مرتبہ زحمت دی۔"

"کوئی بات نہیں۔"

"آدھے میاں! آپ کوئی بات بتا سکتے ہیں۔ جو آپ
نے یہاں باس کی موجودگی میں محسوس کی ہو؟"
"جی میں نے۔" آدھے میاں نے کہا۔
"ہوں۔ کوئی عجیب بات؟"
"جی نہیں۔ وہ میرے سامنے بھی بالکل اسی طرح
آتا تھا۔ جس طرح کہ انھوں نے بتایا۔ میں اس کا
پورا چہرہ نہ دیکھ سکا۔ بلکہ جتنا دیکھ سکا۔ وہ بھی
نہ دیکھنے کے برابر۔"
"کیا اس کی آواز کے بارے میں مالک مکان کا
بیان درست ہے؟"
"ہاں جناب۔ وہ باریک آواز سے بات کرتا تھا۔
لیکن میرا خیال ہے۔ وہ آواز اس کی اپنی تھی۔ بدل
کر نہیں بولتا تھا۔"
"ہوں۔ آئیے چلیں۔"
وہ ایک بار پھر گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں
انسپکٹر جمشید بولے:
"مشکل یہ ہے۔ کہ جب تک ہم باس کو گرفتار نہیں
کر لیتے۔ اس وقت تک آدھے میاں کی جان خطرے
میں ہے۔"

"میں خود بہت گھبراہٹ محسوس کر رہا ہوں۔ کیا ایسا
نہیں ہو سکتا جناب۔" آدھے میاں نے بات درمیان
میں چھوڑ دی۔
"کیا نہیں ہو سکتا؟"
"یہ کہ آپ مجھے ملک سے باہر بھجوا دیں۔ کچھ وقت
کے لیے۔ جب تک کہ وہ پکڑا نہیں جاتا۔ جونہی وہ پکڑا
جائے گا۔ میں اپنے وطن لوٹ آؤں گا۔"
"یہ کام میرے لیے چنداں مشکل نہیں۔ لیکن ہم یہاں
بھی آپ کی حفاظت کر سکتے ہیں۔"
"وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن میں یہاں ہر وقت سہما سہما
رہوں گا۔ اس طرح ہر وقت میری گردن پر تلوار لٹکتی
محسوس ہو گی۔"
"اچھی بات ہے۔ میں آپ کو باہر بھجوا دیتا ہوں،
صبح آپ کی روانگی کا انتظام ہو جائے گا۔"
"اوہ! بہت بہت شکریہ۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔
دوسرے دن انھوں نے اس کی پسند کے ایک ملک
میں بھجوانے کا انتظام کر دیا، اتفاق کی بات کہ اس روز
اس ملک کو پرواز بھی جا رہی تھی۔ لہٰذا وہ ان سے
رخصت ہو گیا۔ انھوں نے ایئرپورٹ پر اسے الوداع

کی، پھر انسپکٹر جمشید نے چھوٹے موٹے ایک دو کام اور کیے:

"چلو ایک فکر تو دور ہو گیا ــ یہ کہ باس آدھے میاں کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ لیکن ایک پریشانی باقی رہ گئی۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"اور وہ کیا؟" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"یہ کہ باس تک ہم کس طرح پہنچیں ــ اس کے کسی آدمی کو اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔"

"بھئی پہنچ جائیں گے ــ اب کیا جلدی ہے ــ پہلے تو ہمیں آدھے میاں کی وجہ سے جلدی تھی ــ کہ کہیں وہ اسے کوئی نقصان پہنچا دے۔"

"ہاں! آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں، لیکن ہم اپنی اُلجھن کا کیا کریں۔"

"صبر۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہی کام تو مشکل ہے۔"

"تو پھر میں ایک اشارہ دیتا ہوں ــ تم جا کر رشید شاہ کو چیک کرو۔"

"جی ــ کیا مطلب ــ رشید شاہ ــ وہ جو فون بوتھ میں داخل ہوتا نظر آیا تھا آپ کو۔" محمود نے چونک کر کہا۔

"ہاں! مجھے اس پر شک ہے ــ اس کیس میں وہی ایک

ایسا آدمی نظر آیا ہے ــ جو مجرم ہو سکتا ہے۔"

"لیکن آپ ــ اسے چیک کر تو چکے ہیں۔"

"نہیں ــ فون بوتھ کے باہر ہی اس سے مُلاقات ہوئی تھی ــ اس کے بعد میں نے اس سے مُلاقات کی کوشش نہیں کی ــ چلو میں بھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات۔" وہ خوش ہو گئے۔

جلد ہی وہ رشید شاہ کے گھر کے دروازے پر کھڑے گھنٹی بجا رہے تھے ــ

کوبے پا

"جی فرمایئے — اوہو — یہ آپ ہیں" وہ انسپکٹر جمشید کو دیکھ کر چونکا۔

"جی ہاں! ہوں تو یہ میں ہی — اس میں تو خیر کوئی شک نہیں" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی — کیا مطلب؟" اس نے قدرے حیران ہو کر کہا۔

"آپ نے اس شخص کا حلیہ بتایا تھا — جس نے فون کیا تھا — اور اس کے بعد آپ نے فون کیا تھا"

"جی ہاں! تو پھر...؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس حلیے کے آدمی کو بھی اصلی مجرم نے ٹھکانے لگوا دیا ہے — اب آپ ہی بتائیں، ہم کہاں جائیں؟" فاروق نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"میں سمجھا نہیں" اس نے کہا۔

"آپ نے جس شخص کا حلیہ ہمیں بتایا تھا نا — ہم

نے اس سے ملاقات کی، لیکن ابھی بات کر رہے تھے کہ کسی نے اسے گولی مار دی"

"ارے باپ رے — تب تو مجرم بہت زیادہ ہوشیار ہے" اس نے کہا۔

"کوئی ایسا ویسا — وہ تو ہمارے کان پر کان کاٹتا چلا جا رہا ہے" فاروق نے فوراً کہا۔

"نن — نہیں تو" اس نے گھبرا کر ان کے کانوں کی طرف دیکھا۔

"اچھا، آپ کو یقین نہیں آیا — ارے صاحب! یہ تو نقلی کان لگوائے ہیں ہم نے" فاروق مسکرایا۔

"آپ مذاق کر رہے ہیں" وہ بولا۔

"فاروق — خاموش" انسپکٹر جمشید غرائے اور فاروق سہم گیا، پھر انھوں نے رشید شاہ سے کہا:

"آپ سے اس شخص نے کسی جگہ کا پتا پوچھا تھا — بھلا وہ کیا پتا پوچھ رہا تھا؟"

"کوبے پا"

"کیا کہا — کوبے پا — یہ کیا چیز ہے بھئی؟" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت ہی حیرت در آئی۔

"اس شہر میں ایک علاقہ ہے — اس علاقے کے بارے

میں بہت کم لوگ جانتے ہیں۔"

"لیکن کیوں؟"

"گمنام سا علاقہ ہے۔"

"اور وہ کوبے پا میں کس کا پتا پوچھ رہا تھا؟"

"جی نہیں — اس نے صرف یہ پوچھا تھا کہ شہر میں کوبے پا کس طرف ہے۔"

"تو کیا آپ کو معلوم تھا؟" محمود نے پوچھا۔

"ہاں! اور میں نے اسے بتا دیا تھا — آپ کو بھی بتا دیتا ہوں — کوبے پا شہر کے مشرقی سمت کے آخر میں ایک بالکل چھوٹا سا دیہات ہے۔"

"شکریہ! فاصلہ کتنا ہو گا بھلا؟"

"یہاں سے تیس کلو میٹر۔"

"حیرت ہے — باغی نواز کو کوبے پا کا پتا پوچھنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی — جب کہ وہ وہاں گیا بھی نہیں، فون بوتھ سے وہ سیدھا اپنے گھر گیا تھا — اس طرف تو جانے کی اس نے کوشش بھی نہیں کی۔"

"پھر کسی وقت جانے کا ارادہ ہو گا — اب اس میں میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

"اچھا! آپ کا شکریہ — ہم نے آپ کو زحمت دی۔"

"نہیں جناب! کوئی بات نہیں۔"

اور وہ اسی وقت کوبے پا کی طرف روانہ ہو گئے۔

"عجیب سا نام ہے — کوبے پا۔" فاروق بڑبڑایا۔

"بھئی ہمارے ملک کے دیہاتوں کے نام عجیب و غریب ہی ہوتے ہیں۔" محمود مسکرایا۔

"باغی نواز اس جگہ کا پتا کیوں پوچھ رہا تھا — کیا ہمارے موجودہ کیس کا باس وہاں رہتا ہے؟"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

آخر وہ کوبے پا پہنچ گئے — یہ تین ساڑھے تین سو گھروں پر مشتمل کچے مکانات والا ایک گاؤں تھا — البتہ یہاں کے لوگ بہت مال دار نظر آتے تھے — ہشاش بشاش — گاؤں کے ایک طرف ہری بھری فصلیں نظر آ رہی تھیں۔ گاؤں کے لوگوں نے انھیں گھور گھور کر دیکھنا شروع کیا — لیکن کوئی بولا کچھ نہیں — انھوں نے گاؤں کا ایک چکر لگایا، پھر کھیتوں کی طرف نکل گئے، لیکن جلد ہی ان کا راستا روک لیا گیا — راستا روکنے والے دو مسلح نوجوان تھے، ان کے ہاتھوں میں بڑی بڑی رائفلیں تھیں۔

"آپ لوگ اس طرف نہیں جا سکتے۔"

"لیکن کیوں؟"

"آپ دیکھ نہیں رہے — اس طرف ہمارے کھیت ہیں۔"

"ہاں! کھیتوں کی ہی تو سیر کرنے جا رہے ہیں ہم۔"

"جی نہیں — ان کھیتوں کی سیر کی اجازت کسی کو نہیں ہے۔"

"اور ہم سیر کیے بغیر جائیں گے نہیں۔"

"کیا مطلب — یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"آخر آپ کو اعتراض کیوں ہے؟"

"اعتراض نہیں — مالک کا حکم — کھیتوں کے مالک نے پابندی لگا رکھی ہے کہ کوئی غیر متعلق آدمی اس طرف نہیں آئے گا۔"

"اچھی بات ہے — مالک کا نام بتاؤ۔"

"کوبے پا۔" ایک نے کہا۔

"یہ تو گاؤں کا نام ہے۔" انسپکٹر جمشید نے بُرا سا منہ بنایا۔

"یہ کوبے پا کا گاؤں ہے۔"

"اچھی بات ہے — کیا وہی اس پورے گاؤں کا مالک ہے؟" انھوں نے پوچھا۔

"ہاں! اس گاؤں کے لوگ کوبے پا کے مزارع ہیں، اس کے کھیتوں میں کام کرتے ہیں۔"

"اور ان کھیتوں میں کیا پیدا ہوتا ہے؟"

"عام فصلیں۔" اس نے منہ بنایا۔

وہ کوبے پا کے گھر کی طرف روانہ ہوئے — پورے گاؤں میں وہی ایک پکا مکان تھا — اور مکان کیا، ایک بہت بڑی حویلی تھی — اس کا دروازہ بھی قلعے کے دروازے جیسا تھا — بہت بڑا، اونچا اور کیلیں جڑا ہوا — دروازے پر دو چوکیدار بیٹھے تھے — ان کے کندھوں سے خوف ناک قسم کی رائفلیں لٹک رہی تھیں۔

"ہمیں مسٹر کوبے پا سے ملنا ہے۔"

"وہ نہیں ہیں — بہت دنوں پہلے شہر گئے تھے، اب تک لوٹ کر نہیں آئے۔"

"تو گاؤں کے لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں۔"

"نہیں۔" اس نے کہا۔

"وہ کب لوٹیں گے؟" انھوں نے پوچھا۔

"یہ بھی معلوم نہیں۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"وہ کب گئے تھے؟"

"معلوم نہیں۔" اس نے کہا۔

جواب میں اس کے منہ پر انسپکٹر جمشید کا بھرپور مکا لگا — انھیں شاید اس کی ایک فی صد بھی امید نہیں تھی،

اچھل کر گرا، اور اُٹھ نہ سکا۔ دُوسرا ہکا بکا رہ گیا، پھر اس نے فوراً رائفل پر ہاتھ ڈال دیا، لیکن اس سے پہلے انسپکٹر جمشید نے اس کا بازو پکڑ کر مروڑ دیا اور وہ پوری طرح بے بس نظر آنے لگا۔

"اب سیدھی طرح بتاؤ۔ کوبے پا کہاں ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" اس نے چلّا کر کہا۔

"کب گیا تھا؟" وہ غرّائے۔

"آج سے کئی ماہ پہلے۔ پھر لوٹ کر نہیں آئے۔"

"اور اس خبر کو تم لوگوں نے چھپا رکھا ہے۔"

"اگر گاؤں کے لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے تو سب کے سب حویلی پر چڑھ دوڑیں گے۔"

"لیکن کیوں؟"

"اس لیے کہ کوبے پا بہت ظالم انسان ہے۔ اس نے یہاں ظلم کی حکومت قائم کر رکھی ہے۔ یہ سب لوگ اس کے مُلازم نہیں، غلام ہیں۔ یعنی وہ ان سے کام تو لیتا ہے، انھیں دیتا صرف دو وقت کی روٹی ہے۔ ان لوگوں کی اپنی کوئی مرضی نہیں۔ اور دُوسری بات..." چوکیدار کہتے کہتے رک گیا۔ اس وقت تک دُوسرا اٹھ چکا تھا۔ لیکن اب اس کی رائفل محمود کے قبضے میں تھی۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو۔ وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس کی فوج ہم پر چڑھ دوڑے گی۔"

"فوج؟" انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

"ہاں! اس کے پاس پورے سو آدمیوں کی فوج ہے۔ وہ خونخوار گوریلے قسم کے لوگ ہیں۔ دوسروں کو چیونٹی کی طرح مسل دیتے ہیں۔ چند دن کے لیے یہاں ہوتے ہیں۔ تو چند دن شہر میں رہتے ہیں۔ کوبے پا کا شہر میں بھی کام ہے۔"

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے، کیونکہ یہ تو اسی باس کی بات ہو رہی تھی۔ جس کے لٹیرے آدمی وہ قابو کر چکے تھے۔ اور جس کا وہ سُراغ لگاتے پھر رہے تھے، ان پر جوش کی حالت طاری ہو گئی۔

"دروازہ کھولو۔ ہم اس گاؤں کو اس ظالم سے نجات دلانے کا وعدہ کرتے ہیں۔ تم دونوں کو بھی آزادی مل جائے گی۔"

"نہیں جناب! اب یہ ممکن نہیں۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"سو آدمی آ کر ہماری تکا بوٹی کر دیں گے۔"

"تم ان کی فکر نہ کرو اور دروازہ کھولو۔"

"ہم ایسا نہیں کر سکتے۔"

"اچھا، ایک طرف تو ہٹ سکتے ہو نا۔" انھوں نے جھلا کر کہا۔

انھیں ایک طرف ہٹا کر دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہو گئے — حویلی اندر سے کوٹھی نما تھی — اس کی شان و شوکت باہر سے بالکل نظر نہیں آتی تھی — اندر ہر چیز شاہانہ طرز کی تھی — ہر چیز پر بے تحاشہ روپیہ صرف کیا گیا تھا — آرام اور آسائش کی ایسی چیزیں انھوں نے خواب میں بھی نہیں دیکھی ہوں گی —

"یہاں کی ہر چیز پر سے انگلیوں کے نشانات اٹھا لو بھئی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی بہتر!"

وہ نشانات اٹھانے کا سامان ساتھ لائے تھے — اس لیے جلد ہی یہ کام مکمل کر لیا گیا — اس کے بعد انھوں نے تلاشی شروع کی، لیکن کوئی ایسی چیز نہ مل سکی — جس کی بنا پر وہ کسی شخص کو باس ٹھہرا سکتے — غالباً اپنے خلاف اس نے ثبوت چھوڑنا سیکھا ہی نہیں تھا، پھر بھی انگلیوں کے نشانات تو مل ہی گئے تھے اور وہ کسی نہ کسی صورت کام آ بھی سکتے تھے —

اب انھوں نے گاؤں کے لوگوں کو جمع کیا — انسپکٹر جمشید نے ان کے سامنے ایک تقریر کی — انسانی ہمدردی سے بھرپور ایک تقریر، آخر میں انھوں نے کہا:

"میں آج سے آپ کی آزادی کا اعلان کرتا ہوں — میں نے آپ کے باس کے تمام آدمی قابو میں کر لیے ہیں اور اب وہ آپ کا یہاں آ کر کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے — کیا آپ نے اسے بھی گرفتار کر لیا ہے؟" کئی آدمی چلائے۔

"نہیں: ابھی اس کی گرفتاری باقی ہے — یہ کام بہت جلد ہو جائے گا — فکر کی ضرورت نہیں — آپ لوگ اس زمین کو آپس میں تقسیم کر لیں۔"

"یہ زمینیں کسی وقت ہماری ہی تھیں — اس نے ناجائز قبضہ کر کے ہمیں غلام بنا لیا تھا۔"

"تو بس پھر — اسی حساب سے یہ زمینیں آپ لوگ لے لیں۔"

"اگر وہ آ گیا تو..."

"وہ اب اس طرف نہیں آئے گا — ہم ایک آدھ دن میں ہی اسے گرفتار کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے — آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

"آپ لوگ ان کھیتوں میں کیا اگاتے رہے ہیں؟"

"افیون — اور پھر اس سے ہیروئن بناتے ہیں۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"اور وہ ہیروئن آپ کا باس شہر لے جا کر فروخت کر دیتا ہے۔"

"ہاں! یہی اس کا اور اس کے آدمیوں کا کام ہے — شہر میں بھی اس کے آدمی دندناتے پھرتے ہیں۔"

"لیکن اب نہیں دندنائیں گے — آپ لوگ اب گندم، چاول اور دوسری حلال فصلیں کاشت کریں گے۔"

"ہم تو ترس گئے ہیں، ان فصلوں کو کاشت کرنے کے لیے۔"

"شکریہ!" وہ خوش ہو کر بولے۔

اور پھر وہ شہر کی طرف روانہ ہوئے — اب تمام لوگ انھیں ہاتھ ہلا ہلا کر الوداع کہ رہے تھے — شہر پہنچ کر انسپکٹر جمشید نے دو تین جگہ فون کیے — ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے — ریسیور رکھ کر وہ بولے:

"آخر وہ قابو آ ہی گیا۔"

"کون؟" ان کے منہ سے نکلا۔

"باس اور کون۔"

"تو کیا آپ کو پتا چل گیا — وہ کون ہے؟"

"ہاں! لیکن بہت مشکل سے پتا چلا ہے — اس قدر چالاک مجرم بہت دنوں بعد ٹکرایا ہے۔"

"وہ کون ہے ابا جان؟"

"بس — آج شام تم اسے دیکھ ہی لوگے۔"

"آج شام!" وہ چونکے۔

"ہاں! آج شام۔" انھوں نے پُر اسرار انداز میں کہا اور خاموش ہو گئے۔

وہ گھر پہنچے — اکرام وہاں موجود تھا:

"اسے گرفتار کر لیا یا نہیں؟"

"یس سر!" وہ بولا۔

"لے آؤ اسے۔" انھوں نے کہا۔

اکرام چلا گیا — محمود، فاروق اور فرزانہ نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا۔

"آپ کس کی گرفتاری کی بات کر رہے ہیں — ابھی تو آپ شام کا کہ رہے تھے۔"

"ہاں! دونوں باتیں ہی درست ہیں۔" وہ مسکرائے۔

"آپ ہمیں کچھ بتانے کے موڈ میں نہیں ہیں شاید۔"

"ہاں! انتظار کرو۔" وہ بولے۔

جلد ہی اکرام واپس آیا۔ اس کے ساتھ رشید شاہ تھا۔
اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ وہ اسے دیکھ کر
حیرت زدہ رہ گئے؛

"باغی نواز پر گولی تم نے چلائی تھی۔ باریک آواز
ہے تمہاری۔" انھوں نے اسے گھورا۔

"ن۔ نہیں۔"

"تمہاری انگلی کا نشان اس سامنے والی عمارت سے مل
گیا ہے۔ ایک جگہ تم نے بے احتیاطی سے نشان چھوڑ
دیا ہے۔"

"نہیں یہ غلط ہے۔ میں نے کوئی نشان نہیں چھوڑا۔"
اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا، پھر وہ چلا اٹھا،

"ن۔ نہیں۔"

"آخر جرم تمہارے منہ سے اپنے آپ نکل گیا نا۔
مسٹر باس۔"

"ن۔ نہیں۔ میں باس نہیں ہوں۔ ہاں! اس کے لیے
کام ضرور کرتا رہا ہوں۔ اس نے یہ سارا منصوبہ مجھے
سمجھایا تھا۔"

"کیا مطلب۔ کیسا منصوبہ؟"

"آدھے میاں کو قتل کرنے کا منصوبہ۔ ہر قدم پر میری

ہدایات کے مطابق عمل کیا گیا ہے۔ جو کچھ ہوا ہے۔ سب
باس کی مرضی سے ہوا ہے۔ اور باس کی ہدایات کے عین
مطابق ہی ہوا ہے۔ کوئی ایک کام بھی اس کی مرضی کے
خلاف نہیں ہوا۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بس یہ کہ میں باس نہیں ہوں۔ باس تو صرف اور صرف
آدھے میاں کو ختم کرانا چاہتا تھا، لیکن اسے آخر کار آپ
نے بچا لیا۔"

"ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ ہر کام باس کی مرضی کے
مطابق ہوا ہے۔ یہ بچا لینا پھر اس کی مرضی کے مطابق
کس طرح ہو گیا؟"

"صرف اس ایک کام کے علاوہ۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ باس صرف اور صرف تم ہو۔"

"جی نہیں۔ باس میں نہیں ہوں اور میں اس بات کو
ثابت کر سکتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"وہ کیسے؟"

"کوبے پا کے لوگوں سے جا کر پوچھیں۔ باس کا قد وقامت
کیا ہے۔ وہ آپ کو بتائیں گے۔ وہ ایک لمبے قد کا
آدمی ہے، کیونکہ وہ ان کے سامنے عام آتا جاتا رہا ہے۔"

صرف نقاب میں — اور کوئی چیز اپنی نہیں چھپاتا رہا۔"

"اس کا مطلب ہے — باقی نواز تم سے کُبڑے پا کا پتا نہیں پوچھ رہا تھا — یہ بات تو تم نے اپنے پروگرام کے مطابق بتائی تھی۔"

"ہاں! لیکن اپنے پروگرام کے مطابق نہیں — اپنے باس کے پروگرام کے مطابق۔"

"خیر یونہی سہی — آخر باس کا پروگرام کیا تھا؟"

"آدھے میاں کو ہلاک کرنا۔"

"یہ سارا پروگرام اس کو ختم کرنے کے سلسلے میں تو نہیں تھا — اس کا مقصد تو کچھ اور ہی تھا۔"

"میں باس کی عقل کو نہیں پہنچ سکتا — اس کے منصوبے کسی کی سمجھ میں نہیں آتے۔"

"آج شام اس کا یہ آخری منصوبہ تمہاری سمجھ میں بھی آ جائے گا۔"

"جی — کیا مطلب؟"

"آج شام تک انتظار کرو۔"

شام کو اکرام ان کے سامنے آدھے میاں کے ساتھ اندر داخل ہوا — آدھے میاں کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئے —

"یہ لو بھئی — اس کیس کے باس سے ملو۔"

"جی — کیا کہا آپ نے؟" وہ بُری طرح اُچھلے — رشید شاہ کا تو وہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں —

"ہاں! یہی اس سارے کاروبار کا اصل مجرم ہے — لیکن اب یہ اپنی مجرمانہ زندگی سے تنگ آ گیا تھا — لہٰذا اس نے اپنی مجرمانہ زندگی کو بالکل ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا اور یہ پروگرام بنایا کہ دُوسرے مُلک میں جا کر باقی زندگی شاہانہ انداز میں گزارے — اسی لیے اس نے بے تحاشہ دولت وہاں پہلے ہی بھیج دی تھی — اور اسی پروگرام کے تحت اس نے یہ کہا کہ اسے دُوسرے مُلک بھیج دیا جائے، اس کی یہ خواہش سن کر مجھے بہت پریشانی ہوئی تھی — کیونکہ دُوسرے مُلک میں اس کے باس کو بھی پہنچایا گیا تھا — پھر بھلا وہاں جا کر یہ باس کے خوف سے کس طرح آزاد رہ سکتا تھا — یہی سوچ کر میں نے وہاں اس کی نگرانی پہلے سے شروع کرنے کا انتظام کر دیا — یہ وہاں پہنچتے ہی ایک دوسرے ملک فرار ہو رہا تھا کہ میرے خفیہ کارکنوں نے اسے پکڑ لیا، کیونکہ اس نے اپنی رقوم دراصل اس دُوسرے مُلک میں جمع کروا رکھی ہیں — جس مُلک کا اس نے نام لیا تھا — وہ صرف ہمارے لیے تھا — تاکہ ہم پھر اسے تلاش نہ کر سکیں — اور ہوتا بھی یہی —

لیکن اس کی خواہش نے مجھے چونکا دیا — لہٰذا تم لوگوں کا مجرم حاضر ہے۔"

"لیکن — اس نے اپنے ہی آدمیوں کو خود کو ہلاک کرنے کا حکم دے دیا تھا — یہ ان کی زد میں بھی تو آ سکتا تھا۔"

"یہ نہیں آ سکتا تھا — اس نے اپنی حفاظت کا انتظام کر رکھا تھا — بم پروف لباس میں رہتا تھا ہر وقت۔" انھوں نے بتایا۔

"لیکن ابا جان — اسے یہ سب ڈراما رچانے کی کیا ضرورت تھی — یہ نہایت خاموشی سے اس ملک چلا جاتا — ہمیں تو اس کے بارے میں کانوں کان پتا نہ چلتا۔"

"دراصل مجھے اس پر اس سارے ڈرامے سے پہلے شک ہو چکا تھا — اکرام نے آدھے میاں کی حرکات و سکنات کی ایک رپورٹ مجھے پیش کی تھی — لیکن اس رپورٹ کے پیش کرنے کی خبر اسے بھی ہو گئی اور اس طرح اس نے فرار کا منصوبہ بنایا۔"

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے۔

ادھر مجرم کا سر جھکتا چلا گیا، کبھی نہ اٹھنے کے لیے۔ ایسے میں فون کی گھنٹی بجی — دوسری طرف پروفیسر داؤد تھے — اور کہہ رہے تھے:

"بھئی تم نے جو لفافہ بھیجا — اس میں واقعی بم تھا۔"

"ارے باپ رے۔"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔